چہل کلید

یکے از تصنیفات

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی
ریسرچ ایسوسی ایٹ یونیورسٹی آف مونٹریال
کنیڈا

خانۂ حکمت۔ ادارۂ عارف

فہرستِ عنواناتِ چہل کلید

شمار	عنوان	صفحہ
۱	دیباچہ	۵
۲	کلید ۱ : سلامتی کی راہیں	۱۵
۳	کلید ۲ : ہر چیز کی علمی صورت	۱۷
۴	کلید ۳ : نفسانی موت	۱۸
۵	کلید ۴ : حدیثِ قدسی	۲۱
۶	کلید ۵ : اہلِ قرآن	۲۳
۷	کلید ۶ : دو سمندر	۲۴
۸	کلید ۷ : سورۂ فاتحہ تفسیرِ قیامت	۲۶
۹	کلید ۸ : دو بھلائیوں میں سے ایک	۲۹
۱۰	کلید ۹ : عِلّیّین	۳۰
۱۱	کلید ۱۰ : عقل کی ترجمانی	۳۲
۱۲	کلید ۱۱ : حضرتِ آدمؑ کی کاپیاں	۳۴
۱۳	کلید ۱۲ : سلیمانِ زمانؑ	۳۵

شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	کلید ۱۳: روحانی لشکر	۳۷
۱۵	کلید ۱۴: رِفاقتِ روحانی	۳۹
۱۶	کلید ۱۵: حدیثِ شریف کی پیش گوئی	۴۱
۱۷	کلید ۱۶: مرتبۂ فنا	۴۱
۱۸	کلید ۱۷: مصدرِ نورِ ازل	۴۳
۱۹	کلید ۱۸: لپیٹی ہوئی کائنات	۴۴
۲۰	کلید ۱۹: حشر و نشر	۴۶
۲۱	کلید ۲۰: بہشت کی ہمیشگی	۴۸
۲۲	کلید ۲۱: علمی دیدار	۴۹
۲۳	کلید ۲۲: جامۂ جنّت	۵۱
۲۴	کلید ۲۳: ظہورِ ازل	۵۲
۲۵	کلید ۲۴: سات آسمان	۵۳
۲۶	کلید ۲۵: نورانی عشق	۵۵
۲۷	کلید ۲۶: گریہ و زاری	۵۷
۲۸	کلید ۲۷: امامِ مبینؑ میں ہر چیز	۵۸
۲۹	کلید ۲۸: کتابِ لاریب	۶۰
۳۰	کلید ۲۹: اصل سے واصل	۶۱
۳۱	کلید ۳۰: قصۂ قارون	۶۲

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

صفحہ	عنوان	شمار
۶۳	کلید ۳۱ : فعلِ خدا کی نمائندگی	۳۲
۶۴	کلید ۳۲ : دُنبیوں کا مسئلہ	۳۳
۶۶	کلید ۳۳ : کوہِ قاف	۳۴
۶۸	کلید ۳۴ : اصحاب فیل	۳۵
۶۹	کلید ۳۵ : نور کا ذکرِ جمیل	۳۶
۷۱	کلید ۳۶ : سجدۂ تفویض	۳۷
۷۱	کلید ۳۷ : دو دفعہ پیدا ہو جانا	۳۸
۷۲	کلید ۳۸ : خدا کے سات دن	۳۹
۷۳	کلید ۳۹ : ظہورِ قائم	۴۰
۷۴	کلید ۴۰ : خلافتِ صغریٰ	۴۱
۷۵	تاریخی تحفہ	۴۲
۹۰	سپاسنامہ	۴۳
۹۸	الوداعی پیغام	۴۴
	دی ورک ٹری THE WORK TREE	۴۵

دیباچہ

بِسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط یا ربّ بحقِّ محمّد و آلِ محمّد (صلوات اللہ علیھم)، اِس بندۂ حقیر و محتاج کو نعمت شناسی، قدر دانی، اور شکر گزاری کی توفیق و ہمّت عنایت فرما! اے خداوندِ عالم! یہ بے چارہ دل تیرے نورِ اقدس کی پاک محبّت کی تشنگی سے خشک و سخت ہو رہا ہے، رحم فرما اور بارانِ رحمت برسا دے، تاکہ قلب میں رِقّت و نرمی پیدا ہو، کیونکہ جب تک تیرے مقدّس عشق کی نورانی تائید نہ ہو، تب تک نہ تو ذکر و عبادت سے کوئی مزہ آتا ہے، اور نہ ہی کوئی روح والی مناجات ہو سکتی ہے، اے خدائے دانا و بینا! اے حکیمِ آسمانی! اے طبیبِ روحانی! دراصل ہم سخت مریض ہیں، اس لئے اپنے پاک عشق اور پُرحکمت دیدارِ باطن کے شفاخانے میں داخل کر لے، تاکہ ہمیں بہت جلد شفاءِ کُلّی نصیب ہو۔

خدمتِ قرآن

اللہ تعالیٰ کی وہ پاک کتاب جو علم و حکمت کے خزائن سے مملو اور انتہائی جامعیّت کے اوصاف میں بے مثال ہے وہ قرآنِ حکیم ہی ہے، جو ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی دائمی طور پر عقلی معجزات کا سرچشمہ ہے، جس کا نزول حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ہوا، آنحضرتؐ اپنے وقت میں قرآن کے معلّم اور نور تھے (۵/۱۵) اور خدا کے حکم سے یہ زندہ نورِ پیغمبر کے بعد حضورِ اکرمؐ کے برحق جانشین میں منتقل ہو گیا، یعنی امامِ زمانؑ ہی بحقیقت اور بمرتبۂ نورانیت مُعلّمِ قرآن ہیں، چنانچہ ہم نے اپنی علمی و ادبی کمزوری کے باوجود بہت ساری امیدوں کا سہارا لے کر قرآن اور اس کے مُعلّم کی خدمت کے لئے کوشش کی، آپ سب دعا کریں کہ یہ کوشش کامیاب اور سب کے لئے نافع ہو!

اس رسالہ کا نام

علم الاسرار کے خزانے، دروازے، تالے اور کلیدیں ہُوا کرتی ہیں، چنانچہ اِس یقین سے کہ یہاں جو چالیس منتخب نکات درج ہوئے ہیں، وہ کنوزِ علم و حکمت کی کلیدوں کا کام کریں گے، اس رسالے کا نام "چہل کلید" رکھا گیا، اگر کوئی عزیز جیسا کہ چاہیئے ان کلیدوں کا مطالعہ کرے، اور ساتھ ہی ساتھ ہماری دوسری تمام کتابوں سے بھی خوب فائدہ اٹھائے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ، وہ قرآنِ حکیم اور نورِ امامت کے بہت سے بھیدوں سے واقف و آگاہ ہو سکتا ہے، اور یہ

سب سے بڑی سعادت ہے۔

ایک بڑا یادگار دَورہ

اعزّہ واحبّا کی پُرخلوص دعا اور خداوندِ قدّوس کے فضل وکرم سے اگرچہ ہر دورہ کامیاب اور یادگار رہا ہے، جس کا ثبوت کتابوں، مقالوں، خطوط، کیسٹوں وغیرہ سے مل سکتا ہے، تاہم لنڈن، امریکا اور کینیڈا کا دَورہ، جو گزشتہ سال (۱۹۹۱ء) ہُوا تھا، بڑا یادگار ہو سکتا ہے، جس کی کئی وجوہ ہیں، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس کریم کارساز اور رحیم بندہ نواز نے ہم پر اور ہمارے دوستوں پر بے شمار احسانات کئے ہیں، جن کا حقِّ شکر گزاری ہزار سالہ زندگی میں بھی ہم سے ادا نہیں ہو سکے گا۔

مجموعی ترقی

امامِ اقدس واطہر صَلَوٰاتُ اللہ علیہ وسلامہ کی ظاہری و باطنی دعائے برکات اور نورانی تائید کے صدقے سے چند ہی سالوں میں ہمارے ادارے کی زبردست ترقی ہُوئی ہے در اصل یہ امامِ زمان علیہ السّلام ہی کا باطنی اور روحانی معجزہ ہے، ورنہ یہاں ذرا غور سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں، نہ علم ہے نہ ادب، نہ ہُنر ہے نہ سند، اور نہ کوئی دوسری طاقت، بس صرف ایک بہت ہی حقیر بندہ، جو کسی قطار و شمار میں نہ تھا، ہاں یہ بالکل سچ ہے، اور سچائی کو نہیں چھپانا چاہئے کہ اُس زمانے میں وہ علاقہ بہت ہی پیچھے تھا، چنانچہ وہ غیر معروف اور گمنام لڑکا اپنے باپ

کی بکریاں چرایا کرتا تھا، قانونِ رحمت کے مطالعے سے اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ شاید رحمتِ خداوندی نے اس چوپان کے دل کے کان میں بارہا بعنوانِ توفیق یہ سرگوشی کی ہوگی کہ اب تم بھیڑبکریوں کی محبّت دل سے نکالو، ان کے پیچھے پیچھے چلنا چھوڑ دو، علم کی پیروی کرو، اور اسی سے عشق و محبّت رکھو، پس ایسا ہی ہُوا، اور وہ چوپان میں خود تھا، الحمدللّٰہ، جب بھی مجھے کسی قسم کے فخر کا خطرہ ہوتا ہے، تو میں اپنے ماضی کے احوال میں سے کسی حال کو پیشِ نظر رکھتا ہوں۔

علمی لشکر

خانۂ حکمت اور ادارۂ عارف کے عملداران وارکان امامِ زمانؑ کے رضاکار علمی لشکر میں سے ہیں، ان کی بہت بڑی سعادت مندی یہ ہے کہ جہالت و نادانی کے خلاف جو علمی جہاد ہے، اس میں توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہو رہی ہے، اور انہیں معتبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ علیؑ زمانؑ اس خدمت سے بے حد خوش ہیں، لہٰذا یہ سب عزیزان بدرجۂ انتہا شادمان اور شکرگزار ہیں، اور امامِ وقتؑ کی یہی خوشنودی و رضا ان سب کے آپس میں اتّحاد و اتّفاق کا باعث ہے، کیونکہ یہ سارے نیک بخت عزیزان حضرتِ امامؑ کے سرفروش اور جان نثار مرید ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک ہر خدمت کو پرکھنے کے لئے صرف ایک ہی کسوٹی ہے، اور وہ ہے امام اقدس و اطہر صلوات اللہ علیہ کی پاک

خوشنودی۔

خاموش خدمت کی اہمیّت

یہ فخر ہرگز نہیں، بلکہ مولائے پاک کی مبارک دعا اور نورانی ہدایت کی شکر گزاری ہے، بحمد اللہ، کہ ہماری خاموش علمی خدمت اور آواز میں جذب شدہ آواز عزیز شاگردوں اور دوستوں کے توسّط سے پیاری جماعت میں جاری و ساری ہے، بہت ہی مقدّس خدمت کی یہی نمائندگی اور علم کی دلی آواز ہماری پیاری پیاری کتابوں میں بھی ہے، جن کا دائرہ بفضلِ خدا روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے، اور اسی مقصد کے پیشِ نظر ایک ہزار سے زیادہ آڈیو کیسیٹوں کی کاپیاں بھی بتدریج پھیل رہی ہیں، لیکن ان تمام خدمات کی بادشاہ وہ سب سے عظیم خدمت ہے، جو باطن کے علاوہ ظاہر میں بھی امامِ وقتؑ کے دستِ مبارک میں پہنچ جانے کی سعادت حاصل کرے، وہ کتابوں کے ایسے ترجمے کی خدمت ہے، جسے ہمارے مولا و آقا بہت پسند فرماتے ہیں، پس میں بصد شوق ان تمام حضرات سے فِدا ہو جانا چاہتا ہوں، جو ہماری کتابوں کا کسی بھی اہم زبان میں ترجمہ کرتے ہیں، اور اُن عزیزان سے بھی قربان ہو جانے کا جذبہ رکھتا ہوں، جو ترجمہ وغیرہ میں معاونت کرتے ہیں۔

زبانِ حال سے دُعا

دُعا دو قسم کی ہُوا کرتی ہے: ایک زبانِ قال سے ہے، اور دوسری زبانِ حال

سے ، قال میں الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ، مگر حال میں الفاظ نہیں ہوتے ، صرف کوئی خاموش کیفیّت ہوتی ہے ، مثال کے طور پر تم کسی مستحق محتاج آدمی کی مالی مدد کرتے ہو ، وہ زبان سے تمہارے حق میں دعا کرے یا نہ کرے ، لیکن وہ بہت ہی خوش ہو جاتا ہے ، اور اس کی خوشی کی کیفیّت میں تمہارے لئے ایک عمدہ دعا پوشیدہ ہوتی ہے ، یہ "زبانِ حال سے دُعا" کی ایک قابلِ فہم مثال ہے ، اب یہاں یہ بھی سوچنا ہو گا کہ اگر افلاس و تنگدستی بُری چیز ہے ، تو یہ بھی سچ ہے کہ دینی جہالت ایک عذاب ہے ، جس سے بچنے اور بچانے کا خدا نے حکم دیا ہے (۶۶/۶) پس آئیے ہم سب مل کر نورِ قرآن (امامؑ) کے علم کی روشنی پھیلائیں ، اور بے شمار لوگوں کی زبانِ حال سے پُر خلوص دُعائیں حاصل کریں۔

عزیزوں کا ذکرِ جمیل

انسانی قلب راڈار (RADAR = لاسلکی آنکھ) کی طرح گھومتا ہُوا کام کرتا ہے ، مگر اس کا دائرۂ کار انتہائی وسیع ہے ، یہاں تک کہ مکان و لامکان پر اس کو عبور حاصل ہو سکتا ہے ، اور راڈار یہ کام کبھی نہیں کر سکتا ، چنانچہ میرا قلب بڑی سرعت سے ان تمام ممالک ، علاقوں ، شہروں اور مقامات کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے ، جہاں میرے عزیزان رہتے ہیں ، اسی طرح اگرچہ میں اُن سب کو یاد کرتا ہوں ، جن کو میں پہچانتا ہوں ، لیکن اعزّہ و احبّا کی یاد قوی اور زور آور

ہوتی ہے، اور اس سے بھی زیادہ پُرکشش اور تمام بشری یادوں پر غالب یادان عزیزوں کی ہے، جو ہمارے ساتھ شانہ بشانہ علمی خدمت کا مقدّس فریضہ انجام دے رہے ہیں، ہم ان کی بے حد پیاری یاد کو ذکرِ جمیل کہیں گے، کیونکہ عقل و جان کی نظر میں یہ یاد نہایت خوبصورت اور دل آویز ہے، اے برادر! ہم ان عزیزوں کو کیسے یاد نہ کریں، جو حصّۂ دل اور پیوندِ جان ہو گئے ہیں، ہمارے یہاں "یک جان و دو قالب" کی جگہ "یک جان و کثیر قالب" کی مثل درست ہے، کیونکہ ہم کو امامِ برحق علیہ السّلام نے یک حقیقت (حقیقتِ واحدہ = MONOREALITY) کی تعلیم دی ہے، جو سب سے بڑی انقلابی اور سب سے آخری قیامت خیز تعلیم ہے، اس کا قرآنی تصوّر نفسِ واحدہ ہے (۲۱/۲۸)۔

سیسا پلائی ہوئی دیوار

سورۂ صف (۴/۶۱) میں ارشاد ہے: خدا تو ان لوگوں سے محبّت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح قطار باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہیں (۴/۶۱) یہ حکم جہادِ ظاہر کے لئے مثال ہے، اور جہادِ باطن کے لئے حقیقت، کیونکہ صرف حقیقی مومنین کی ارواح ہی ذکر و عبادت اور علم و معرفت کے زیرِ اثر صحیح معنوں میں سیسا پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک ہو سکتی ہیں، جس کی علامت زبردست اور غالب علمی جہاد ہے، جو ولیٔ امر کی نورانی تائید

سے ہوتا ہے۔

یہ نکتہ اچھی طرح یاد رہے کہ صف (قطار) باندھنا قرآنی حکمت اور روحانیت میں ارواح و ملائکہ کے ایک ہو جانے کا نام ہے، جیسا کہ سورۂ فجر (۸۹/۲۲) میں ارشاد ہے: وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۔ اور تمہارا پروردگار اور فرشتے قطار کی قطار آجائیں گے۔ چونکہ یہ عالمِ وحدت (دارالابداع) کی سب سے اعلیٰ حقیقت ہے، جو عالمِ کثرت کی مثال میں پیش کی گئی ہے، لہٰذا اس کی تاویلی حکمت یہ ہے کہ: یہ حضرتِ قائم القیامت علیہ افضل التحیۃ والسلام کے ظہورِ نورانی ہی کا تذکرہ ہے، جس میں نہ صرف فرشتوں ہی کی نمائندگی ہوتی ہے، بلکہ اس میں ربِّ کریم کی تجلّی بھی ہے، جس طرح امامِ مبین (۳۶/۱۲) میں کُلّ شَیٔ یعنی ہر چیز کا تصوّر ہے، مگر اشیائے معرفت کے بغیر ہر چیز (کُلّ شَیٔ) کس طرح ہو سکتی ہے، پس اگر امامِ مبینؑ کی ذاتِ اقدس میں دیگر اعلیٰ چیزوں سے بھی کہیں زیادہ ضروری عرفانی چیزیں ہیں، تو پھر اس میں حضرتِ ربّ کے ظہورات و تجلّیات لازمی ہیں، کیونکہ اس کے سوا معرفت ممکن ہی نہیں۔

ایک بے حد مفید تجویز

آج بوقتِ شام بعد از جماعت خانہ جمعرات ۱۰ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ ۱۶ جنوری ۱۹۹۲ء کو کلاس میں ایک نہایت پُرسوز مناجات کا آڈیو

کیسیٹ پلے (PLAY) ہو رہا تھا، نورِ امامت کے عشق و محبّت کے طفیل اور پاکیزہ روحوں کی حاضری د موجودگی کی برکت سے کیسیٹ میں بہت ساری خوبیاں آئی ہوں گی، اس لئے سامعین کے ہر فرد پر یہ حال طاری ہوا کہ وہ یا تو دریائے مستی میں مستغرق ہو یا سیلابِ گریہ وزاری میں بہہ جائے، میں خود بھی ورطۂ حیرت میں سوچ رہا تھا کہ یہ کس محفل کا کیسیٹ ہے؟

بالآخر چند تجاویز ذہن میں آگئیں، اور ان میں سے ایک بے حد مفید تجویز یہ بتائی گئی کہ جن عزیزوں کو روحانی ترقّی کا زبردست شوق اور لگن ہو، وہ ہمارے کیسیٹوں میں سے، جو ایک ہزار سے بھی زیادہ ہیں، چالیس کا انتخاب کریں، جو علمی بھی ہوں اور مناجاتی بھی، پھر ۴۰ دن تک ہر صبح بعد از جماعتی عبادت ایک ایک کیسیٹ کو بھرپور توجّہ سے سُنتے جائیں، تو ان شاء اللہ اس عجیب و غریب پوشیدہ چلّہ سے روحانی لذّتوں کا بڑا تجربہ اور علمی انقلاب کے لئے راستہ ہموار ہو سکتا ہے، اسی طرح دینی کتب میں سے چالیس منتخب مضامین پر بھی چلّہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ ایسے بابرکت اعمال کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ان مومنین کو حاصل ہونا ہے، جو پرہیز گار، عبادت گزار، اور دائم الذّکر ہوتے ہیں۔

سلام و دعا کا مقدّس فریضہ

میں آخراً شرق و غرب کے جُملہ عہدہ داران وارکان کو صمیمیّتِ قلب سے سلام و دعا کرتا ہوں، وہ سب مجھے بے حد عزیز ہیں، کیونکہ امامِ عالیمقامؑ کے اس علم کی روشنی پھیلانے کی خاطر وہ میری روح کی کاپیاں (COPIES) ہو گئے ہیں، کوئی شاید تعجّب سے سوال کرے گا کہ آیا ایسا بھی ممکن ہے؟ میں جواب دوں گا کہ جی ہاں، ممکن ہے، نہ صرف وہ میری کاپیاں ہیں، بلکہ میں خود بھی ان میں سے ہر ایک کی کاپی ہوں، اس کی پہلی مثال سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے (۶۱/۴) اور دوسری مثال سدِّ یاجوج (۱۸/۹۴) یعنی ذکر و عبادت، علم اور اعلیٰ خدمت کے وسیلے سے ایمانی روحوں کے ذرّات امامِ زمانؑ کے نورِ اقدس کے سانچے میں ایک ہو جاتے ہیں، اور یہی نفسِ واحدہ ہے (۳۱/۲۸) جس کی کاپیاں مومنین کے اجسام میں ہوتی ہیں۔

نصیرُ الدّین نصیرؔ ہونزائی
کراچی
۱۱ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
۱۷ جنوری ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلید ۱: سلامتی کی راہیں: دینِ فطرت (اسلام) کا سب سے اہم اور سب سے بنیادی نکتہ جس کو تسلیم کر لینے میں بے شمار علمی و عرفانی فائدے ہیں، یہ ہے کہ خداوندِ تبارک و تعالیٰ کی مکمّل اور روشن ہدایت نورِ مُنزّل اور کتابِ مبین (قرآن) میں ہے (۵/۱۵) اسی سے خدائے پاک و برتر سلامتی کی راہوں پر ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے، جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں، آپ ہرگز ہرگز یہ بات بھول نہ جائیں کہ اللہ جل جلالہ کی خوشنودی (رضوان ۵/۱۶) سب سے بڑی چیز ہے (۹/۷۲) اور یہی خود سب سے بڑا راز بھی ہے، جس کی معرفت امامِ زمان صلوٰات اللہ علیہ وسلامہ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ سلامتی کی راہیں (سُبُلَ السّلام ۵/۱۶) کیا ہیں؟

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ان میں اور صراطِ مستقیم میں کیا فرق ہے؟ تو آپ اس کو یوں جواب دیں کہ: سلامتی کی راہیں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت ہیں، چونکہ یہ خود صراطِ مستقیم کی چار بڑی منزلیں ہیں، لہٰذا اس میں فرق کا سوال خود بخود ختم ہو جاتا ہے، آپ متعلقہ آیۂ کریمہ (۵/۱۶) میں دیکھ سکتے ہیں کہ پہلے سلامتی کی راہوں کی ہدایت کا ذکر فرمایا گیا ہے، اور پھر صراطِ مستقیم کی ہدایت کا، کیوں کہ تمام منزلوں کی رہنمائی پوری راہ کی رہنمائی قرار پاتی ہے، تاہم یہاں یہ سوال ہے کہ: صراطِ مستقیم کی منزلِ مقصود کیا ہے؟ اور کوئی شخص یہ بھی پوچھ سکتا ہے کہ عَلٰی صراطٍ مّستقیم اور اِلٰی صراطٍ مستقیم میں کیا فرق ہے؟ میں جواباً یہ عرض کروں گا کہ اس راہِ راست کی منزلِ مقصود خدا ہی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: اور جو شخص خدا کو مضبوطی سے پکڑے تو وہ ہدایت یافتہ ہو گیا (۳/۱۰۱)۔

نیز ارشاد ہے: خدا نے فرمایا کہ یہی راہِ راست ہے کہ مجھ تک (پہنچتی) ہے (۱۵/۴۱) اور سورۂ نساء کی آیت ۱۷۵ میں بھی دیکھ لیں، اب عَلٰی اور اِلٰی کے بارے میں جو سوال ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں صراطِ مستقیم پر ہدایت کی بات ہے، اور دوسری صورت میں منزلِ مقصود کا اشارہ ہے، کیونکہ راستے کی مراد منزل ہی ہوتی ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گنجِ عقل میں جہاں تمام چیزوں کی حقیقتیں اور معرفتیں لپیٹی ہوئی ہیں، وہاں صراطِ

مستقیم کی عقلی صورت بھی ہے۔

کلید ۲: ہر چیز کی علمی صورت: قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم نے ہر چیز کے ظاہر و باطن میں حقیقی علم رکھا ہے (۸۰/۶، ۸۹/۷، ۹۸/۲۰) اور اس کلیّہ سے ہرگز کوئی شئی خارج نہیں ہو سکتی، پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن و حدیث کے جتنے الفاظ ہیں، ان میں سے ہر لفظ کے ظاہری معنی اپنی جگہ درست ہونے کے ساتھ ساتھ اسی مناسبت سے ایک پوشیدہ معنی بھی ہیں، اور اس میں وہ علم ہے، جس کو علمِ باطن یا تأویل کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر "سلام" ایک قرآنی لفظ ہے، جو قرآن میں متعدد بار آیا ہے، اس کے ظاہری معنی ہیں: سلامتی، دُعا، سلام، امان، سالم، اللہ تعالیٰ کا نام، اور اس کے باطنی معنی ہیں: روحانی اور نورانی تائید، جس میں عقل و جان کی سلامتی پوشیدہ ہے، جیسا کہ سورۂ یاسین میں ہے: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (۳۶/۵۸) (اور اہلِ جنّت کو) مہربان پروردگار کی طرف سے ایک قول (یعنی کلمۂ باری باعثِ) تائید ہے۔ تاکہ اس نورانی تائید سے ان کے علمِ اسرار میں اضافہ ہو۔

سورۂ ھود (۱۱/۶۹) میں ہے کہ: فرشتوں نے حضرتِ ابراہیمؑ کو سلام کیا اور آپؑ نے سلام کا جواب دیا۔ اس سے روحانی مخاطبہ (گفتگو) مراد ہے، کیونکہ فرشتے کی آواز روحانیت میں ہوتی ہے، اس لئے

دل کی زبان سے اس سے گفتگو کی جاتی ہے، یاد رہے کہ مخاطبتِ روحانی کا دوسرا نام سلام ہے، جس کو تائید بھی کہتے ہیں، جیسا کہ اہلِ جنّت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ: وہ لوگ وہاں سلام کے سوا کوئی بے ہودہ بات سنیں گے ہی نہیں (۱۹/۴۲) اس کی تاویل یہ ہے کہ بہشت کی ساری گفت وشنید ہمیشہ روحانیت ہی میں ہُوا کرتی ہے، کیونکہ جنّت میں ظاہری قسم کا سلام نہیں ہو سکتا، جس کے معنی میں بطورِ دعا یہ کہا جائے کہ تم پر سلامتی ہو! جبکہ اہلِ جنّت خود سلامتی کے گھر (دارالسّلام) میں رہتے ہیں (۶/۱۲۷) دارالسّلام بہشت بھی ہے اور خدا کا گھر بھی، اس لئے کہ "السّلام" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے (الملك القدّوس السّلام ۵۹/۲۳) پس بہشت میں پروردگارِ عالم اور فرشتوں کے سلام سننے کے معنی ہیں: نورانی تائید، روحانی کلام، علمِ اسرار، اور معرفت، جس سے خدا کے دوستوں کی ازلی وابدی سلامتی اور ہمیشہ ہمیشہ اصل سے واصل رہنے کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔

کلید ۳: نفسانی موت: سورۂ جُمُعہ (۶۲/۶) میں ارشاد ہے: (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ اے یہودیو! اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہی خدا کے دوست ہو اور لوگ نہیں، تو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچّے ہو تو (نفسانی) موت کی تمنّا کرو (۶۲/۶) کیونکہ خدا کے اولیاء کی علامت یہی ہوتی ہے، اور

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

اسی تمنّا کے نتیجے میں انہیں فنا فی اللّٰہ وَ بقا باللّٰہ کی سب سے بڑی سعادت حاصل ہو جاتی ہے، ورنہ ظاہری اور جسمانی موت کی آرزو کوئی ایسا آدمی بھی کر سکتا ہے، جو اپنی غلط کاریوں کی بنا پر زندگی سے تنگ آچکا ہو، اور اس سلسلے میں بعض دفعہ انسان خودکُشی کا ارتکاب بھی کرتا ہے، پس ظاہر ہے کہ حصولِ روحانیت کے لئے بدنی موت نہیں بلکہ نفسانی موت ضروری اور لازمی ہے۔

"تم اپنے نفوس کو قتل کرو (۵۴/۲)" یہ حکم صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے نہ تھا، بلکہ آج بھی لوگوں سے ظاہراً یا باطناً "بچھڑے" کی پرستش جیسے مشرکانہ گناہ سرزد ہو سکتے ہیں، لٰہذا جو شخص توبہ کر کے مومنِ مُوَحّد ہو جانا چاہتا ہو، تو اُس پر واجب ہے کہ وہ علم و عمل کے ذریعے سے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے، کیونکہ یہی جہادِ اکبر ہے، جو بے حد ضروری ہے، اور اس کے بغیر موت کی تمنّا کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔

بچھڑا نہ تو گائے کی طرح فائدہ دے سکتا ہے اور نہ بیل کا کام کر سکتا ہے، کیونکہ یہ ابھی ناتمام و نارسیدہ ہے، چنانچہ روحانی سفر کے سلسلے میں وہ آزمائشی مقام بھی آتا ہے، جہاں سامری (شیطان) روحانی مسافر کے خلاف ایک ایسی آواز کا حربہ استعمال کرتا ہے، جو بے علم اور غیر مفید ہونے کی وجہ سے بچھڑے کی آواز جیسی ہوتی ہے، اور سامری یہ تأثر دیتا ہے کہ دیکھو یہی خدا ہے، لیکن

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

توحید کا اصل مقام کئی فناؤں کے بعد ہے، لہٰذا اس امتحان سے گزر کر آگے جانے کی ضرورت ہے، سامری اور بچھڑے کا قصّہ ملاحظہ ہو: ۲/۸۵، ۲۰/۸۷، ۲۰/۹۵ اور ۲/۵۱، ۲/۵۴، ۲/۹۲، ۲/۹۳، ۴/۱۵۳، ۷/۱۵۲، ۷/۱۴۸، ۲۰/۸۸، تاکہ آپ قرآنی حکمت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

متعلّقہ سوال و جواب: س ۱: اس کی کیا تأویل ہے کہ بنی اسرائیل کا گوسالہ (بچھڑا) زیورات سے بنایا گیا تھا؟

ج: خاموش روحانیت کے مراحل میں ہر طرف تصوّراتی سیم و زر اور لعل و گوہر کی کثرت کا مشاہدہ ہوتا ہے، اور جو شخص ان چیزوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے، اس کے لئے آواز کا ایک بچھڑا بنایا جاتا ہے۔

س ۲: قرآنِ حکیم (۲۰/۸۸) میں اس بچھڑے کے جسمانی ہونے کا ذکر ہے، اس میں کیا راز ہے؟

ج: کیونکہ یہ بچھڑا ان چیزوں میں سے ہے جو ذرّاتِ جسمِ لطیف سے ہوتی ہیں۔

س ۳: فرشتے کے نشانِ قدم کی ایک مُٹھی (۲۰/۹۶) سے کیا مراد ہے؟

ج: جسمِ لطیف کے ذرّات کی مُٹھی۔

س ۴: لا مِساس (۲۰/۹۷) کے معنی؟

ج: اس کے معنی ہیں: نہ چھونا، ہاتھ نہ لگانا، یعنی سامری کو آخر بڑی ذلّت سے یہ کہنا پڑا کہ مجھ کو نہ چھُونا، جس کی تاویل ہے:

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

مجھ سے تعلیم نہ لو، نیز اس کا اشارہ ہے کہ جو سامری جیسے پیشوائے باطل کی پیروی کرے، وہ گوہرِ مقصود کو کیسے چھو سکتا ہے۔

س ۵: توبہ کے لئے نفس کُشی کا حکم کیوں دیا گیا (۲؍۵۴)؟

ج: کیونکہ حقیقی توبہ لوٹ کر فنا فی اللہ ہوجانا ہے، جس کے لئے جسمانی موت سے قبل نفسانی موت ضروری ہے۔

س ۶: شیطان چھو کر یا لپٹ کر کسی کو مخبوط الحواس یعنی دیوانہ بنا سکتا ہے (۲؍۲۷۵) اس میں کیا راز ہے؟

ج: جب کوئی شیطانِ انسی یا شیطانِ جنّی کسی آدمی کو گمراہ کر کے غلط باتیں سکھاتا ہے، تو اس کا قول و فعل اہلِ بصیرت کے نزدیک دیوانے کی طرح لگتا ہے، اگرچہ وہ ظاہر میں ایسا ہرگز نہیں کہ اسے دیوانہ کہا جائے، لیکن یہ اس کے عقائد و نظریات کے اعتبار سے ہے۔

کلید ۴: حدیثِ قدسی: حدیثِ قدسی میں ہے: اے آدم کی اولاد! میں ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوں، مروں گا کبھی نہیں، تو عمل کر جس کا میں نے تجھے حکم دیا ہے اور جس چیز سے تم کو منع کیا ہے اس سے رُک جا، تاکہ میں تجھے زندہ رہنے والا بنا دوں کہ تو مرے نہیں، اے آدم کے بیٹے! میں بادشاہ ہمیشہ رہنے والا ہوں، جب میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا، تو ہو جاتی ہے، تو میری اطاعت کر، جن چیزوں میں میں نے تجھے حکم دیا ہے اور باز رہ جس سے تم کو منع کیا ہے، تاکہ تو بھی

جس چیز کو کہے کہ ہو جا تو ہو جائے۔

یہ حدیثِ قدسی بھی حکمتوں سے مملو ہے: اے آدم کی اولاد! میری اطاعت کر، تاکہ میں تجھ کو خود جیسا زندہ اور لافانی بناؤں گا، اور ایسا معزز بناؤں گا کہ تُو کبھی ذلیل نہ ہو گا، اور ایسا دولت مند بناؤں گا کہ تُو کبھی مفلس و نادار نہ ہو گا۔

اس قسم کے پُرحکمت اشارات سے قرآنِ حکیم بھرا ہُوا ہے، مثال کے طور پر: فنا فی اللّٰہ وَ بقا باللّٰہ کا اشارہ (۵۵/۲۶-۲۷) کیونکہ سورۂ رحمان میں انتہائی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو دوستانِ خدا کو عطا ہو جاتی ہیں، نیز عنایتِ الٰہی سے ہر مومن و مومنہ کا بادشاہ ہو جانا (۵/۲۰، ۳/۲۶، ۱۲/۱۰۱، ۷۶/۲۰) اہلِ ایمان کو پروردگار سب کچھ عطا کر دیتا ہے (۱۴/۳۴)، اہلِ بہشت کو ان کی خواہش کے مطابق ہر نعمت عنایت ہوتی ہے (۱۶/۳۱، ۲۵/۱۶، ۳۹/۳۴، ۴۲/۲۲، ۵۰/۳۵) قرآنِ پاک میں فنا فی اللّٰہ اور بقا باللّٰہ کے اور بھی بہت سے اشارے موجود ہیں، بلکہ لاتعداد اشارات ہیں، کیونکہ جس طرح منزلِ فنا (مقامِ عقل) میں پہنچ کر ہر چیز ہلاک و فنا ہو جاتی ہے (۲۸/۸۸) اسی طرح تمام الفاظ کے معانی بھی فنا ہو کر "یک حقیقت" بن جاتے ہیں، مثلاً جو شخص منازلِ روحانی کے پیشِ نظر مقرّب کہلاتا ہو، وہی تجربۂ فنا کی وجہ سے اصل سے واصل بھی ہے، تاہم ایسے اسرار پر امتحانی حجاب ہے کہ علم کے دعوٰی کرنے والے لوگ مقرّبین کو

واصلین (۴۶/۲،۱، ۵۶/۱۱، ۸۳/۲۱، ۸۳/۲۸، ۳/۴۵، ۵۶/۸۸) مانتے ہیں یا نہیں؟

قرآنِ کریم میں "رجوع اِلی اللہ" کا موضوع زبردست اہمیت کا حامل ہے، جس سے بہت سی آیاتِ مقدّسہ متعلق ہیں، لیکن آخری رجوع فنا اور وصال کے معنی میں ہے، اگرچہ یہ معنی ظاہر نہیں، پوشیدہ ہیں، کیونکہ حقائق و معارف کتابِ مکنون (۵۶/۷۷-۷۹) میں پوشیدہ ہُوا کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ روحانیت اور علم و حکمت کے ذرائع سے پاک کئے گئے ہیں، وہی کتابِ مکنون کو چھُو سکتے ہیں اور پڑھ سکتے ہیں، اور یہی حضرات قرآنِ حکیم کی گہری حکمتوں کے اسرار سے واقف و آگاہ ہوتے ہیں۔

کلیدے ۵: اہلِ قرآن: قال صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم: من اراد ان یتکلّم مع اللہ فلیقرء القراٰن۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: جو شخص خدا سے کلام کرنا چاہے وہ قرآن کو پڑھے (جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے) حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: اہلِ قرآن ہی خدا والے ہیں اور اس کے مقرّب ہیں۔ (اھل القراٰن ھم اھل اللہ وخاصّتہٗ) دراصل یہ وصف اُن لوگوں کا ہے، جو قرآنِ پاک کو منشائے الٰہی کے مطابق نور کی روشنی میں حکمت کے ساتھ پڑھتے ہیں، کیونکہ اہلِ قرآن حضراتِ أئمہّ علیہم السّلام ہی ہیں، وہی خدا والے اور خاصانِ الٰہی ہیں، اور انہی لاھوتیوں

کی ہدایت و تعلیم کے مطابق کوئی شخص قرآن پڑھ کر خدا سے کلام کر سکتا ہے، اور جو پروردگار سے کلام کرے، وہ جہالت و نادانی کی نجاست سے پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا عظیم مرتبہ بھرپور علم و حکمت کے معنی میں ہے۔

حدیثِ شریف ہے کہ: جو شخص (نفسانی طور پر) مرجائے اس کی (ذاتی) قیامت برپا ہو جاتی ہے (من مات فقد قامت قیامتہ) یہ کوئی عام اور معمولی بات ہرگز نہیں، بلکہ انتہائی مشکل کام ہے، خدا کے ایسے دوست جن پر ذاتی قیامت کی سختیاں اور آزمائشیں گزرتی ہیں، کیسے کیسے علمی و عرفانی عجائب و غرائب اور معجزات کا مشاہدہ کرتے ہوں گے؟ قرآنی علوم میں وہ علم جو سب سے مشکل اور انتہائی مخفی ہے، علمِ قیامت ہی تو ہے، آیا وہ لوگ (عارفین و کاملین) جن کی قیامت قائم ہو چکی ہو قیامت کے بھیدوں سے ناواقف ہوں گے؟ آپ قرآنِ کریم (۲/۱۷۴، ۳/۷۷، ۴۲/۵۱) کی روشنی میں یہ بتائیں کہ ایسے حضرات سے (جن کی ذاتی قیامت برپا ہو چکی ہے) خداوندِ تعالیٰ کلام کرتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی پوچھنا ہے کہ یہی نفسانی موت اور انفرادی قیامت فنا فی اللہ کا باعث ہو سکتی ہے یا نہیں؟

کلید ۶: دو سمندر: خالقِ اکبر نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے خیر و شر کو اس طرح پیدا کیا کہ اُس

علیم وحکیم نے خیر کو دائمی بنایا، اور شرّ کو عارضی، خیر گویا میٹھے اور خوشگوار پانی کا سمندر ہے، اور شرّ کھارا اور تلخ پانی کا سمندر، لیکن یہ دونوں سمندر مچھلیوں اور موتیوں سے یکساں طور پر بھرے ہوئے ہیں (مفہوم: ۲۵/۱۲) چنانچہ کوئی قرآنی مثال چاہے خیر سے متعلق ہو یا شرّ سے، مگر اس میں ہمیشہ بھرپور مغزِ حکمت پوشیدہ ہوا کرتا ہے اور یہی قانونِ قرآن کا ایک عظیم راز ہے، جیساکہ ارشادِ خداوندی کا ترجمہ ہے: (قوم) عاد بہت شدید و تیز آندھی سے ہلاک کئے گئے خدا نے اسے سات رات اور آٹھ دن لگاتار اُن پر چلایا (۶۹/۷) یہ شرّ اور نافرمانی کی سزا تو ہے ہی، تاہم اس مثال کے حجاب میں یہ حکمت بھی پنہاں ہے کہ سات رات اور آٹھ دن کی یہی مدّت وہ خاص وقت ہے، جس میں مومنِ سالک اسرافیل اور عزرائیل کے فعل سے مسلسل مرتا اور زندہ ہوتا رہتا ہے۔

اگرچہ مومنِ صادق روحانی سفر کے دوران منزلِ عزرائیلی میں بار بار مرتا اور بار بار زندہ ہو جاتا ہے، جس کا اوپر ذکر ہو چکا، اور مقامِ عقل پر بھی اسی طرح فنا و بقا کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، کیونکہ جزوی حیات و ممات کی اِس کثرت میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، تاہم عارفِ کامل بحیثیتِ مجموعی مقامِ روح اور مرتبۂ عقل پر دو دفعہ مر جاتا ہے اور دو دفعہ زندہ ہو جاتا ہے، اور یہ دُرِّ گرانمایہ پہلے سمندر سے نہیں، بلکہ دوسرے سمندر سے ہیں (۴۰/۱۱)۔

قانونِ قدرت کے صاف و شفاف آئینے میں ہمیشہ سے یہی حقیقت جھلکتی آئی ہے کہ ہر کُل کے بہت سے اجزا ہوا کرتے ہیں، ہر روشنی بہت سی کرنیں رکھتی ہے، ہر بیج میں بحدِ قوّت لاتعداد بیجوں کا ذخیرہ مخفی ہوتا ہے، ہر خاص و عام کتاب کی ہزاروں کاپیاں ہو سکتی ہیں، ہر آدمی کی بہت ساری تصاویر ممکن ہیں، اور آج ایک ہی شخص کی ہزارہا فلمی کاپیاں بنتی ہیں، تو کیا قادرِ مطلق کے لئے یہ امر کوئی مشکل ہے کہ وہ نفسِ واحدہ (۳۱/۲۸) سے بے شمار ارواح و ملائکہ پھیلائے اور اس میں سب کو لپیٹے (۳۹/۶۷) یقیناً وہ ایسا ہی کرتا ہے، پس انسان ایک اکیلا بھی ہے، اور ایک عالم بھی ہے، آپ اِس سرِّ عظیم میں بار بار سوچیں۔

کلید ۲، سورۂ فاتحہ تفسیرِ قیامت: انفرادی قیامت کے بارے میں گفتگو اور سوال و جواب

بے حد ضروری ہے، کیونکہ اس کی بہت بڑی اہمیّت کا یہ عالم ہے کہ یہ اجتماعی قیامت ہی کی طرح واقع ہوتی ہے، جب کہ ایک شخص کی قیامت میں سب کی قیامت پوشیدہ ہے، اور جب کہ ہر کامل انسان میں قیامت کا تجدُّد ہوتا ہے، اس لئے کہ روحانی ترقّی، باطنی علم، اور خدا کی معرفت کے لئے تجربۂ قیامت انتہائی ضروری ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت روحانی انقلاب کا نام ہے، اور اس انقلاب کے بغیر کوئی روحانی ترقّی نہیں، پس یہ حقیقت

ہے کہ ذاتی اور انفرادی قیامت سے کوئی زمانہ خالی نہیں، یہ حدودِ جسمانی کے اگلے درجوں میں برپا ہو جاتی ہے۔

قرآنِ پاک شروع سے لے کر آخر تک کس طرح قیامت کے تذکروں سے بھرا ہُوا ہے، اس کی ایک روشن مثال سورۂ فاتحہ سے عیاں ہو جاتی ہے، وہ یہ ہے: الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ سب تعریف خدا ہی کے لئے (سزاوار) ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے (۱/۱) اللہ کی تعریف یہاں اس بنا پر ہے کہ وہ ہر ہر عالمِ شخصی کی پرورش کرتا ہے، لیکن جس تربیت و پرورش کی وجہ سے اللہ کی حمد و ستائش کی گئی ہے، وہ پرورش ان عظیم الشّان روحانی اور عقلی نعمتوں سے ہے، جو منازلِ روحانیت اور مراحلِ قیامت کے آخر تک پائی جاتی ہے، پس جو شخص خدا، روزِ قیامت، باطنی نعمتوں، اور اعلیٰ پرورش کا عارف ہو وہی بہتر طریقے سے اللہ کی حمد کر سکتا ہے۔

الرّحمٰن الرّحیم = بڑا مہربان (اور) نہایت رحم والا ہے (۱/۲) رحمان و رحیم کی تفسیر و تاویل کے لئے کتابِ وجہِ دین گفتار (کلام) ۱۴ ملاحظہ ہو، خلاصہ یہ کہ رحمان خدا کا ایک خاص نام ہے، اس کے معنی ہیں جن رحمتوں اور نعمتوں کا ذکر ہے، وہ دنیا میں سب کے لئے عام ہیں، اور رحیم کے معنی ہیں جو رحم و بخشش ہے، وہ قیامت کے دن صرف مومنین ہی کے لئے خاص ہے۔ مٰلک

یوم الدّین = روزِ جزا کا حاکم ہے (۱/۴) اس میں براہِ راست روزِ آخرت کا ذکر ہے۔ ایّاك نعبد وایّاك نستعین = خدایا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں (۱/۵) یہ عارفانہ عبادت ہے، جس کے نتیجے میں خدا کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے، اور مرتبۂ معرفت قیامت کے بعد ہے۔

اھدنا الصّراط المستقیم = تُو ہم کو سیدھی راہ پر چلا (۱/۶) یعنی زندہ ہدایت کی روشنی میں ہمیں روحانیتِ اسلام اور ذاتی قیامت کے مراحل میں آگے سے آگے لے جا، تاآنکہ ہم تجھ میں فنا ہو جائیں۔ صراط الّذین انعمت علیھم = ان کی راہ جنہیں تو نے نعمتیں عطا کی ہیں (۱/۷) یعنی ناطقوں، اساسوں، اماموں اور ابواب کا راستہ (۴/۶۹)، جن کی لاتعداد نعمتیں انفرادی قیامت میں پوشیدہ ہیں، پس اگر کسی مومن کی ذاتی قیامت قائم ہوئی تو یہ تمام نعمتیں بوسیلۂ تجدّد اس کے سامنے آتی ہیں، تاکہ وہ معرفتِ کاملہ کو حاصل کرے۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضّآلّین = نہ ان کی راہ جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ ہی گمراہوں کا راستہ (۱/۷) غضبِ الٰہی میں گرفتار اور گمراہ ہو جانے کی مثال وہ لوگ ہیں، جن کو شدید نافرمانی کی وجہ سے خدا نے مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا تھا (۵/۶۰) پس ایسی مستقل سزا ذاتی قیامت کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے، تو آپ نے اس مثال کو اچھی طرح سے دیکھ لیا کہ سورۂ فاتحہ کی کوئی آیت تذکرۂ قیامت

سے خالی نہیں، پس یہی حال اور یہی مثال قرآنِ عظیم کی تمام دوسری سورتوں کی بھی ہے۔

کلید ۸ : دو بھلائیوں میں سے ایک: قرآنِ حکیم کی بے شمار اعلیٰ اور بے حد مفید حکمتوں میں سے ایک پُرکشش حکمت سورۂ توبہ (۹) کی آیت ۵۲ میں ہے، اور وہ ہے : اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ (دو بھلائیوں میں سے ایک) یعنی خداوند تعالیٰ اس دنیا میں اہلِ ایمان کے ہر فرد کو آمنے سامنے کی دو اچھّی چیزوں میں سے ایک نہ ایک ضرور عطا کر دیتا ہے، جیسے زمانۂ نبوت کے جہاد میں یا تو فتح حاصل ہوتی تھی، یا شہادت کی سعادت، اسی طرح نہ صرف جسمانی راحت ہی نعمت ہے، بلکہ دوسری جانب ظاہری تکلیف بھی عقل وجان کے لئے نعمت ہے، مگر اس میں سوچنے کی ضرورت ہے۔

دنیا میں علمی، فنّی، اور عسکری امتحانات لوگوں کی ترقّی ہی کے لئے ہُوا کرتے ہیں، ہر میدان میں جو شخص جتنے امتحانوں سے کامیابی کے ساتھ گزرتا ہے، اُتنی اس کی عزّت ہوتی ہے، مگر یہ دیکھنا ہوگا کہ لفظ "امتحان" کے اصل معنی کیا ہیں؟ اور قرآنِ مجید میں اس کا دوسرا لفظ کیا ہے؟ امتحان مَحَنَ سے ہے، مَحَنَ کے معنی ہیں : آزمانا، چاندی کو تپا کر صاف کرنا، کپڑا پہن کر پُرانا کرنا، دینا، کنویں کی مٹی نکالنا، اونٹنی کو چلا کر تھکانا، اور چمڑے کو نرم

کرنا، پس اس کا مجموعی مطلب ہے: محنت، مشقّت، ریاضت، اور اس کا دوسرا لفظ قرآن میں بُلاء ہے (امتحان، آزمائش، غم، تکلیف) سورۂ بقرہ (۲: ۱۵۵-۱۵۷) میں دیکھیں کہ ہر قسم کا خوف، ہر نوع کی بھوک، ہر طرح کا مالی نقصان، جانوں کی کوئی کمی اور پھلوں (پیداوار) کی کمی مومن اور مومنہ کی آزمائش یعنی امتحان ہے، اور ایسی مصائب میں جو لوگ جذبۂ دینداری سے صبر کریں، تو ان کو نورِ ہدایت کی جانب سے کامیابی کی عملی (یعنی روحانی) خوشخبری ملتی ہے، اور ایسے ہی لوگوں کے دل میں رسولؐ اور امامِ زمانؑ کا ادب اور عشق پیدا ہوتا ہے۔

سُورۂ حُجُرات (۴۹) کے شروع کی ۸ آیاتِ کریمہ کو غور سے پڑھیں، آیا پیغمبرِ اکرمؐ اور حضورؐ کے برحق جانشین کی مبارک ہستی اللہ کی وہ کسوٹی نہیں ہے، جس سے مومنین کے ایمان، اخلاص، تقویٰ اور عشق کو پرکھ لیا جاتا ہے؟ کیا خدا کی بے بدل سنّت یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ قلوب میں کلمۂ تقویٰ کے روحانی معجزات کے لئے جو بھی امتحان لیا کرتا ہے، وہ ہادیٔ برحق کی اطاعت اور محبّت کے تحت ہوتا ہے؟

کلیدہ ۹: علیّین: جس طرح قرآنِ حکیم کی ہر ہر آیت اسرارِ حکمت سے مملو ہے، اسی طرح سُورۂ مُطَفِّفین (۸۳) کی آیاتِ مقدّسہ ہیں، آپ ان تمام کی حکمت کے لئے غور و فکر کریں،

اور یہ دیکھیں کہ نیک لوگوں (ابرار) کا مشترکہ اور متحدہ نامۂ اعمال کہاں ہے؟ عِلّیّین میں ہے (۸۳/۱۸) عِلّیّین یا عِلّیُّون کیا ہے؟ وہ خود بھی لکھی ہوئی زندہ کتاب اور چار اصولِ دین کی وحدت ہے، اور یہی کائناتی کتاب بھی ہے، جو آسمانوں کو لپیٹ کر بنائی جاتی ہے (۲۱/۱۰۴) اور اسی میں نکوکاروں کا اعمال نامہ درج ہوتا ہے، آیا نیک لوگ اپنے اس عالیشان نامۂ اعمال کو آج دیکھ سکتے ہیں؟ نہیں، مگر ان میں سے جو مقرّبین ہیں، وہی چشمِ باطن سے ان اسرارِ سربستہ کا مُشاہدہ کر سکتے ہیں (۸۳/۲۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ مُقرّبین وہ حضرات ہیں، جن کی ذاتی قیامت جسمانی زندگی ہی میں برپا ہو چکی ہوتی ہے، کیونکہ وہ تمام نیک کاموں میں سب سے آگے آگے ہوتے ہیں۔

وحدتِ محض خدا کے لئے ہے، اور وحدتِ مُتکثّر مخلوق کے لئے، چُنانچہ اسی کثرت پذیر وحدت کی وجہ سے ہم نے عالمِ عقل کو عالمِ وحدت کہا، یقیناً عالمِ وحدت میں سب ایک ہیں، یعنی ایک ہے، جو آدم کی طرح رحمانی صورت میں ہے، جس میں کون و مکان کی تمام چیزیں موجود و محدود ہیں، مگر سب سے بہترین شکل میں، اور وہ انسانی شکل ہے، جو عقلِ کامل اور روحِ قدسی کے زیورِ بہشت سے آراستہ و پیراستہ ہے، پس عالمِ وحدت یعنی عِلّیّین میں نیک لوگوں کا نامۂ اعمال وہی شخصِ واحد ہے، جو

انتہائی عظیم فرشتہ، انسانِ کامل، امامِ مبین (۳۶/۱۲) اور خدا کے حکم سے سب کچھ ہے۔

کلید نمبر ۱۱: عقل کی ترجمانی: عالمِ عقل جو عالمِ وحدت ہے، اس میں ہر چیز زبانِ حال اور عقل کی ترجمانی سے خدا کی تسبیح کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ذریعہ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح نہیں سمجھتے (۱۷/۴۴)۔ تسبیح کے معنی ہیں: ذاتِ سبحان کو مخلوقات کی صفات سے پاک و برتر قرار دینا، جیسا کہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے: سبحٰن ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون (۳۷/۱۸۰) تمہارا ربّ عزّت کا پروردگار اس وصف سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ یعنی خدا بذاتِ خود ہر چیز سے بے نیاز و پاک ہے، وہ دین کے ہر معزّز کی عزّت میں اضافہ کرتا ہے، اور اس کا درجہ عرش تک پہنچا دیتا ہے، قولہٗ تعالیٰ: رفیعُ الدّرجٰتِ ذوالعرشِ (۴۰/۱۵)، درجوں کا بلند کرنے والا صاحبِ عرش۔ اس میں واضح اشارہ ہے کہ فنا فی اللہ و بقا باللہ کا مرتبہ عرش ہی پر ہے۔

عرش کے ایک معنی ہیں: چھت، جمع عُروش (چھتیں) اس کی تاویل ہے: ازل اور نورِ ازل، کیونکہ عالمِ دین اور عالمِ شخصی کی چھت یا سقفِ مرفوع (۵۲/۵)، یا سقفِ محفوظ (۲۱/۳۲) مرتبۂ ازل ہی

ہے، جو مقامِ عقل ہے، یہ اس چھت کی تعریف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مرفوع (بلند) و محفوظ کیا ہے، اور اس کے سوا وہ چھتیں (عُرُوش ۲/۵۹، ۱۸/۴۲، ۲۲/۴۵) جو گر جاتی ہیں، وہ روحانیت کے نچلے درجات کی مثال ہیں، جیسے عملِ عزرائیلی کے دَوران سر سے روح کی چھت بار بار گر جاتی ہے۔

علم و معرفت کے انتہائی عظیم میوہ ہائے اسرار کے باغات جو مرتبۂ ازل اور مقامِ عقل پر تیار ہوتے ہیں، وہ جنّاتِ مّعرُوشات (۶/۱۴۱) کہلاتے ہیں، لفظِ معروش عرش سے ہے، یعنی بلند کیا ہُوا، نورِ ازل اور درجۂ عقل تک پہنچایا ہُوا، اور دوسرے روحانی باغوں کا ذکر فرمایا گیا، جو ان سے کم درجوں پر ہیں، اور وہ ہیں: غیر معروشات (۶/۱۴۱) جن میں حقائق و معارفِ ازل و ابد کا تجدّد نہیں ہے۔

اب رہا سوال حاملانِ عرش (۴۰/۷، ۶۹/۱۷) کا، تو وہ حضرات حاملانِ نورِ ازل ہیں، جو نورِ عقل ہے، یعنی ائمّۂ طاہرین علیہم السّلام جو ایک کے بعد دوسرا، حاملِ نور اور امام ہوتا ہے، یقیناً جو شخصِ کامل خدا کا زندہ گھر ہے، وہی نورِ عرش کا حامل بھی ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ اس نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے امامِ مبین (۳۶/۱۲) علیہ السّلام کے عالمِ شخصی کو نہ صرف عالمِ ذرّ بنایا، بلکہ اس میں تمام ازلی، ابدی، نورانی، عقلی، علمی، عرفانی، اور روحانی چیزوں کو بھی لپیٹ کر (۱۴/۲۱، ۳۹/۶۷) محدود

کر دیا، پس امامِ زمان ؑ ہی مرتبۂ عقل پر عالمِ وحدت اور عِلّیّین ہے۔

کلید ۱۱ : حضرتِ آدم ؑ کی کاپیاں :

اگر انسان کسی حقیقت کو نہیں جانتا ہو، یا جاننے کے بعد بھول چکا ہو، تو اس کی وجہ سے وہ حقیقت ختم نہیں ہوتی، بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہی رہتی ہے، اس کی مثال واقعۂ اَلَست (۷/۱۷۲) ہے، جس کو لوگ یکسر بھول چکے ہیں، لیکن قرآنِ مجید اس کی گواہی دیتا ہے، قرآنِ کریم کا فرمانا ہے کہ: خدا نے تم کو نفسِ واحدہ (یعنی آدم ؑ) سے پیدا کیا (اس سے یہ مراد ہے کہ مرتبۂ روح اور مرتبۂ عقل پر تم سب آدم ؑ کی کاپیاں ہو ۷/۱۸۹، ۳۱/۲۸، ۳۹/۶) پھر انہی روحوں میں سے ایک زوجۂ آدم ؑ بنائی گئی، یہی پُر حکمت مفہوم سورۂ اعراف (۷/۱۱) میں بھی ہے: ہم نے تم کو مقامِ روح پر پیدا کیا اور مقامِ عقل پر مکمّل کر کے اپنی رحمانی صورت دی پھر فرشتوں سے کہا کہ تم سب کے سب آدم کے لئے سجدہ کرو … میں پوچھتا ہوں، کیا یہ سرگزشت آپ کو یاد ہے؟ نہیں، پھر آپ کو ایک ایسے علم الیقین کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی درستی اور صفائی کی وجہ سے آپ کو مشاہدے کی طرح کام کرے۔

جب خداوندِ جہان نے نفسِ واحدہ (انسانِ کامل) سے لوگوں کو پیدا کیا تو ان کی دو دو انائیں، یا دو دو بقائیں مقرّر ہوئیں، مُستقر اور مُستودَع (۶/۹۸) مُستقر کا دوسرا نام حدیثِ شریف کی روشنی میں "رفیقِ اعلیٰ" ہے، اور یہی وہ زندہ کُرۂ ابداعیہ ہے، جس کا ذکر سورۂ

نحل (۱۶/۸۱) میں فرمایا گیا ہے، اور یہ کُرتے روحانی اور عقلانی دو قسم کے ہوا کرتے ہیں، جو ھادیٔ برحق کے نور سے بنتے ہیں، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

خدا ایک ہے، اور انسان دو، بلکہ تمام مخلوقات دو دو ہیں (۳۶/۳۶) بس انسان کی تخلیق و ہستی کی بنیاد دُوئی پر ہے، اور اسی میں سب سے بڑی حکمت پوشیدہ ہے، آدمی اور اس کے سایہ کے درمیان آسمان زمین کا فرق پایا جاتا ہے، کچھ ایسا فرق حیاتِ ابداعی اور ظاہری زندگی کے مابین بھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کُرتۂ ابداعیہ میں ہر مومن اور مومنہ کی روح امامِ اقدس و اطہرؑ کی کاپی اور بہشت کی بادشاہ ہے (۷۶/۲۰) اور جسمِ خاکی میں انسان ضعیف البُنیان، مصرع: ببین تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا۔

کلید ۱۲: سلیمانِ زمانؑ: حقیقت صرف ایک ہی ہے، مگر اس کی گوناگون مثالیں بہت زیادہ ہیں (۱۷/۸۹، ۱۸/۵۴) چنانچہ حضرتِ سلیمان علیہ السّلام کا قصۂ قرآن انہی مثالوں میں سے ہے، وہ اس طرح کہ شاھنشاہِ دین سلیمانِ زمان ہے، جُملہ دُنیوی بادشاہی ملکۂ سبا کی حکمرانی ہے، اور جس طرح تختِ بلقیس حضرتِ سلیمانؑ کے حضور لایا گیا، وہ محض روحانی عمل ہے، کیونکہ اسلام کی حقیقی غالبیّت اور فتح باطن اور روحانیت ہی میں ہے،

پس جنّوں، انسانوں، اور پرندوں کا روحانی (سلیمانی یا اسلامی) لشکر اب بھی موجود ہے، جن کا کوڈ (CODE = خُفیہ) نام یاجوج وماجوج (۱۸/۹۴، ۲۱/۹۶) ہے، اور حدودِ مقرّب دربارِ سلیمان کے سردار ہیں، جن سے ملکۂ سبا کے تخت کو حاضر کرنے کے بارے میں سوال ہُوا تھا سُورۂ نمل (۲۷: ۱۵-۴۴) میں غور کریں۔

حَشَر کے معنی ہیں: جمع کرنا، اکٹھا کرنا، یَومُ الحشر قیامت کے دن کو کہتے ہیں، کیونکہ اس دن لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے، اب اس آیۂ کریمہ میں غور کریں: وَحُشِرَ لِسُلَیمانَ جُنودُہٗ مِنَ الجِنِّ وَ الاِنسِ وَ الطَّیرِ... اور سلیمان کے لئے ان کے لشکر جنّات اور آدمی اور پرند سب (بطورِ ذاتی قیامت) جمع کئے گئے (۲۷/۱۷) چونکہ حضرتِ سلیمانؑ دینی اور روحانی بادشاہ تھے، اس لئے بہت ممکن ہے کہ یہ انفرادی قیامت اُن کے حدودِ جسمانی میں سے کسی میں برپا ہوئی ہو، کیونکہ بادشاہ وہ سب سے معزّز اور مختار شخص ہوتا ہے، جو حکم دے کر لوگوں سے کام کراتا ہے، مگر ضروری نہیں کہ وہ بھی اس طرح کام کرے۔

قرآنی حکایت ہے: ترجمہ: ملکہ نے کہا بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزورِ فتح) داخل ہوتے ہیں تو اس کو اُجاڑ دیتے ہیں وہ وہاں کے معزّز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے (۲۷/۳۴) تاویلی مفہوم: بلقیس

نے کہا اماموں کا دستور ہے کہ جب کسی عالمِ شخصی میں (روحانی لشکر کے ساتھ) داخل ہوتے ہیں تو (تعمیرِ نو کی غرض سے) اس کو بگاڑ دیتے ہیں، وہ وہاں کے سخت دل لوگوں کو نرم دل بناتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: اَذِلَّۃ (نرم دل) اَعِزَّۃ (سخت دل) سورۂ مائدہ (۵۴/۵)۔

کلید ۱۳: روحانی لشکر: قرآنِ حکیم شروع سے آخر تک علم و حکمت اور رشد و ہدایت کی نعمتوں سے بھرا ہوا ہے، اس لئے یہ اہلِ ایمان کے لئے اوّلین بہشت ہے، اس کے حکیمانہ ثمرات اساسی اور مثالی اہمیت کے حامل ہیں، چونکہ یہ خدائے بزرگ و برتر کا کلامِ حکمت نظام ہے، اس لئے اس کی ہر ہر آیت معنویّت کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس کی برکتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں، پس اس میں جگہ جگہ رحیقِ مختوم کا نمونہ اور کستوری کی خوشبو کیوں نہ ہو (۸۳: ۲۵-۲۶)۔

سورۂ مائدہ (۵۴/۵) کی اس ربّانی تعلیم میں دیدۂ دانش سے دیکھنا ہے: اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبّت کرے گا، اور وہ اللہ سے محبّت کریں گے، مومنین پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر سخت دل ہونگے، وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے

نہیں ڈریں گے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے... (۵۴/۵) یہ ایسے لوگ نہیں جو بشری لباس میں ظاہر ہوں، بلکہ اسلام کے روحانی لشکر ہیں، فرمایا گیا کہ وہ مومنین پر نرم دل یعنی مہربان ہیں، اس سے پتا چلا کہ وہ جسمانی مومنین سے الگ ہیں۔

خداوندِ عالم کے روحانی لشکر دو بڑی قسموں میں ہیں: سماوی اور ارضی (۴۸/۴ ، ۴۸/۷) ان کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، مگر پیغمبرؐ اور امامؑ، اور وہ شخص جس پر ذاتی قیامت گزر رہی ہو (۴۸/۹، ۹/۳۳) ان میں سے زمینی (ارضی) لشکر وہ ہیں، جو یاجوج و ماجوج کہلاتے ہیں، اور وہ انتہائی چھوٹے ذرّات کی شکل میں ہیں، وہ حدّ و حساب سے باہر ہیں، اور جو آسمانی لشکر ہیں، وہ کو بھی لطیف بدن (ASTRAL BODY) میں ہیں، مگر ان کی سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ وہ ایک کی وحدت و سالمیت میں پوشیدہ ہو کر سب آتے ہیں، آپ یہاں ایک بہت ضروری نکتہ یاد رکھیں کہ بڑے فرشتوں کی قطار اور صف بندی ایسی مُنظّم ہے کہ اس میں سب کے سب مل کر ایک ہی فرد ہو جاتے ہیں، اس صورت میں ان کو قرآنی حکمت کی زبان میں محراب (قلعہ) کہا جاتا ہے (۱۳/۳۴) کیونکہ جس طرح دنیا کے کسی قلعے میں بہت سے فوجی یا سپاہی رہتے ہیں، اسی طرح ایک آسمانی فرشتے میں اس جیسے بے شمار فرشتے پوشیدہ ہوتے ہیں، آپ ان کو کاپیاں کہہ سکتے ہیں۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

کلیدِ ۱۴: رفاقتِ روحانی: اب ہم مذکورۂ بالا حقیقت کی روشنی میں یہ بتا سکتے ہیں کہ جب خدا کے حکم سے فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا، تو تم بھی آدمؑ کی وحدتِ مُتکثّر میں پوشیدہ پوشیدہ موجود تھے (۱۱/۷) اور اسی طرح قرآنِ پاک کا حکیمانہ اشارہ ہے کہ تم ہر عظیم پیغمبر کے ساتھ تھے، جیسا کہ حضرتِ نوحؑ کے بارے میں ارشاد ہُوا: کہا گیا اے نوح! اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں تم پر نازل ہوں گی، اور ان جماعتوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں (۴۸/۱۱) جماعتوں کے سرپرست انبیا وأئمّہ علیہم السّلام ہیں، جس طرح حضرتِ ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا گیا: بیشک ابراہیمؑ ایک اُمّت، خدا کے فرمانبردار اور باطل سے کترا کے چلنے والے تھے (۱۲۰/۱۶) نیز اس عظیم الشّان قانون میں دیکھیں، قولہٗ تعالیٰ: اور جو خدا و رسولؐ (اور صاحبانِ امر) کی اطاعت کرتے ہیں، وہ (صراطِ مستقیم پر) ان کے ساتھ ہیں جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں، یعنی انبیاء اور صدّیقین اور شہدا اور صُلحا اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں (۶۹/۴) یعنی کامیاب مومنین قبل از جسمانی موت اپنے روحانی سفر میں حجّتوں، اماموں، اساسوں، اور ناطقوں سے جا ملتے ہیں۔

جس مومن کے عالمِ شخصی میں انفرادی قیامت قائم ہوتی ہے، اس میں درپردہ تمام لوگوں کی غیر شعوری قیامت واقع ہو جاتی ہے،

پھر اللہ تعالیٰ اس باشعور مومن میں سب کو سمیٹتا ہے، اور فردِ واحد کے طور پر اس کا اِنبعاث ہوتا ہے (۱۴/۱، ۱۹/۹۵) قرآنِ پاک نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا کہ لوگوں کو اللہ کے پاس تنہا تنہا جانا ہے، جیسے قرآنِ حکیم میں ہے: **ولقد جئتمونا فُرادیٰ کما خلقنٰکم اوّل مرّۃٍ** ... (۶/۹۵) اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے، جس طرح ہم نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا ... ۔ اور یہی روشن دلیل سورۂ مریم میں بھی ہے: ترجمہ: اور جو کچھ یہ کہتا ہے ہم اس کے وارث ہوں گے، اور یہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا (۱۹/۸۰)۔

اس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت سے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے گزارتا ہے یا پروتا ہے (۷/۴۰) وہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو بعنوانِ قیامت فردِ واحد میں داخل کر دیتا ہے، تاکہ اس وسیلے سے سب کو نجات ملے، اور یہی رحمتِ کُلّ کا سرِّ عظیم ہے، اونٹ کو عربی میں جَمَلُ کہتے ہیں، ج م ل میں جمع کے معنی بھی ہیں، جیسے جَمَلَ، جمع کیا یا جمع کرنا، جُمْلَۃ، مجموعہ، جُمَّلُ، لوگوں کا گروہ، یعنی لاحق سوئی بھی ہے اور درزی بھی، کیونکہ وہی روحانی لباس تیار کرتا ہے، لہٰذا قیامت صُغریٰ کے موقع پر لوگ اسی کی شخصیّت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

کلید نمبر ۱۵: حدیثِ شریف کی پیش گوئی: سیّد امیر علی کی کتاب "روحِ اسلام"

صفحہ ۳۰۵-۳۰۶ پر بحوالۂ جامعِ ترمذی یہ حدیثِ شریف درج ہے:
وَعن ابی هُرَیرَةَ قال قال رسولُ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیہ وَسلّم: اِنّکم فی زمانٍ مَّن ترك مِنکم عُشْرَ ما اُمِرَ بہٖ هلكَ ثمّ یاتی زمانٌ مّن عَمِلَ مِنہم بِعُشْرِ ما اُمِرَ بہٖ نجا۔ تم لوگ ایک ایسے دَور سے گزر رہے ہو کہ اگر تم احکام کے دسویں حصّے سے بھی تغافل برتو تو برباد ہو جاؤ گے، اس کے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ اس وقت جو احکام دیئے گئے ہیں اگر کوئی ان کے دسویں حصّے پر بھی عمل کرے گا تو اسے نجات نصیب ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو: جامعِ ترمذی، جلدِ دوم، باب الفتن۔ نیز مشکوٰۃ، جلدِ اوّل، کتابُ الایمان، باب الاعتصام بالکتٰب والسّنّۃ فصل دوم۔

کلید نمبر ۱۶: مرتبۂ فنا:

اگرچہ ہماری تحریروں میں "فنا" کا تذکرہ اس کی بہت بڑی اہمیّت کی وجہ سے بار بار ہُوا ہے، لیکن یہ تصوّر چونکہ منزلِ مقصود سے متعلّق ہے، اس لئے ہمیشہ اس کی طرف توجّہ دلانے کی ضرورت ہے، چُنانچہ آپ کو یاد ہوگا کہ عالمِ شخصی میں عِرفانی سفر کی آخری منزل "فنا فی اللہ" ہے، جس کا دروازہ رسولؐ ہیں، اور آپؐ کا دروازہ امام زمانؑ،

تاہم آپ کو تعجّب نہ ہو کہ یہ دراصل ایک ہی فنا ہے، ہر چند کہ اس کی تعبیریں الگ الگ ہیں۔

اگر کوئی پوچھے کہ روحانیت کیا ہے؟ تو آپ جواب دیں کہ وہ کائنات و موجودات کا نچوڑ، خلاصہ، اور جوہر ہے، اس کا مطلب یہ ہُوا کہ روحانیت وہ سب سے بڑی حیران کُن چیز (اعجوبہ) ہے، جس میں تمام معانی (خواہ متضاد کیوں نہ ہوں) جمع ہیں، ان بے شمار معنوں اور حقیقتوں میں شروع سے لے کر آخر تک فنا و بقا کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے، اور ابدی زندگی کا پیش خیمہ بھی ہے، یہاں تک کہ اپنی ذات کا اندرونی سفر آفتابِ نور کے سامنے جاکر ختم ہو جاتا ہے، جہاں سب سے عظیم الشّان دیدار کا مخفی خزانہ موجود ہے۔

مذکورہ بیان سے آپ نے ضرور یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہوگا کہ سلسلۂ فنا کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے بہت سے درجات ہیں، مثال کے طور پر جب آپ مُخلصانہ عبادت اور عاشقانہ گریہ وزاری سے پگھل جاتے ہیں، تو یہ ایک قسم کی امید افزا فنا ہے، اور جس وقت آپ علم و معرفت کی باتوں سے بے حد مسرور و شادمان ہوتے ہیں، تو یہ بھی ایک بڑی مفید فنا ہے، اور ہر فنا تبدیلی کا نام ہے، مگر مذہبی فنا کا مقصد یہ ہے کہ قلب کی حالت و کیفیّت پہلے سے بہتر ہو، اور یہ انقلابی عمل

آگے بڑھ جاتا ہے، جیسے قانونِ فطرت میں ہر چیز کی مثبت فنا یہ ہے کہ وہ بلندی کی طرف حرکت کرے، مثلاً جماد، نبات، حیوان، انسان، اور فرشتہ، کہ ان میں سے ہر ایک کی مفید فنائیت اس بات میں ہے کہ وہ اپنے اوپر کے درجے میں فنا ہو جائے۔

کلیدنمبر ۱۷: مصدرِ نورِ ازل: دوات میں جو روشنائی (سیاہی = INK) ہے، اس میں بحدِّ قوّت دنیا بھر کی قدیم و جدید زبانوں کے تمام الفاظ اور ان کے سارے معانی جمع ہیں، درحالے کہ اس میں کوئی ایک لفظ بھی ظاہر نہیں، لیکن جب تم قلم اور دوات (سیاہی) سے کچھ لکھنا چاہو تو بڑی آسانی سے لکھ سکتے ہو، یہ مثال ہے اس دوات کی، جو مقامِ عقل اور عالمِ عُلوی میں موجود ہے، جس میں سب کچھ مجموع و مخزون ہے، جیساکہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: نٓ والقلمِ وما یسطرونَ (۶۸: ۱) قسم ہے نون (دوات) کی اور قلم کی اور اس چیز کی جو لکھتے ہیں۔

نٓ سے مصدرِ نورِ ازل مراد ہے، یعنی نورِ عقل کا مشرق و مغرب، کہ وہاں شرق و غرب ایک ہی ہے، پس مشرقِ ازل سے آفتابِ عقل کا طلوع ہو جانا ایسا ہے، جیسے دوات سے قلم کچھ لکھنے کے لئے برآمد ہو جاتا ہے، القلم کی تاویل نورِ عقل (یا آفتابِ عقل) ہے، اور مرتبۂ عقل پر جو کچھ لکھتے ہیں (وما یسطرون)

وہ کلمات التامّات ہیں، وہ عارف میں ایک ہے اور عارفین میں کثیر ہیں۔

قرآنِ حکیم نے اپنی کئی پُر حکمت مثالوں میں درختوں کی طرف توجّہ دلائی ہے، یہ آپ کا اور ہمارا ایمان ہے کہ اس میں کچھ بھید ہوں گے، آئیے ہم نورِ الٰہی کی تائید کے لئے درخواست کرتے ہوئے اس میں سوچتے ہیں، اگر چشمِ بصیرت سے کسی پُر ثمر شجر کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ نہ صرف ایک آیۂ قدرت ہے، بلکہ اِس کا وجود ایک کامل صحیفۂ آسمانی کی طرح ہے، اگرچہ اس کی تفسیر لکھنے سے ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے، لیکن ہمارا مقصد صرف اتنا بتانا ہے کہ میوہ دار درخت میں تین اساسی مثالیں ہیں: پھول اور پھل کے بغیر درخت مادّیّت کی مثال ہے، درخت کے پھول اور پھل روحانیّت کی مثال ہیں، اور مغز عقلانیّت کی مثال ہے، اب قدرتِ خدا کے عجیب و غریب نظّاروں کو دیکھئے کہ درخت کی گیلی لکڑی سے پھول اور پھل اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ کیسے بنے! اور میوے میں جو مغز ہیں، اس میں خوب غور کیجئے، مغز گویا قلم بھی ہے اور دوات بھی، تاکہ اس سے کتابِ شجر کو فعلاً رقم کر دیا جائے۔

کلید ۱۸: لپیٹی ہوئی کائنات: درخت اپنی جگہ موجود بھی ہے، اور اس کو گٹھلی (مغز)

میں دستِ قدرت نے لپیٹ بھی لیا ہے، پس اس حقیقت کا یقین کرنا ہوگا کہ جب اور جہاں درخت کا وجود مغز میں مانا جائے، تو اس وقت درخت کے جملہ اجزا مغز ہی مغز کی وحدت وسالمیت میں نظر آئیں گے، یعنی جڑیں، تنا، چھلکے، شاخیں، غنچے، پتے، وغیرہ سب کے سب مغز کی صورت میں موجود ہیں، اسی طرح آسمانوں اور زمین یعنی کائنات و موجودات ظاہراً بر جا بھی ہیں اور باطناً مرتبۂ عقل پر لپیٹی ہوئی بھی ہیں، جس میں ہر چیز عقل کے ساتھ ایک ہوگئی ہے، جیسے درخت کے چھلکے، پتے، اور دیگر اجزا گٹھلی میں جا کر مغز بن جاتے ہیں اور جب گٹھلی زمین میں بوئی جاتی ہے، تو اس کے مغز سے پودا پھر درخت بن جاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہاں قرآنِ حکیم کے ان بابرکت الفاظ میں گہری نظر سے دیکھیں: واللّٰہ یقبض ویبصط (۲۴۵/۲) پہلا ترجمہ: خدا ہی (رزق وروزی میں) تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے، دوسرا ترجمہ: خدا ہی (چیزوں کو دستِ قدرت کی) مٹھی میں لیتا ہے اور پھیلاتا ہے۔ یہ کائناتی کُلیّہ ہے، جس میں ایک طرف سمیٹنے کا ذکر ہے، اور دوسری طرف پھیلانے کا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم "القابض" ہے، اور دوسرا "الباسط" ان دونوں میں سے جو لفظ آپ کے نزدیک آسان ہو، اسی پر پہلے غور کریں، چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں "باسط" پھیلانے کے

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

معنی میں آیا ہے (۲۸-۵، ۱۴-۱۲، ۱۸-۱۸) پس الباسط کے معنی ہیں پھیلانے والا، اور اسی نام کے پیشِ نظر القابض کے معنی ہوئے سمیٹنے والا، پس اللہ قابض ہے کہ عالمِ اکبر کی عقلی اور روحانی صورت کو عالمِ شخصی میں لپیٹ لیتا ہے، اور باسط ہے کہ اسی کائنات کے سانچے میں ہر مومنِ صادق کے لئے ایک باطنی کائنات اور بہت بڑی سلطنت کو پھیلاتا ہے، یعنی بہشت تیار کرتا ہے (۱۳۲-۳، ۲۱-۵۷، ۲۰-۷۶)۔

کلید ۱۹: حشر و نشر

قرآنِ عظیم کے پُرحکمت اور برعکس الفاظ میں سے دو اور لفظ حشر اور نشر ہیں، یعنی کسی چیز کو جمع کرنا اور پھیلانا، اصطلاحاً روحوں کو قیامت میں یکجا کر دینا، پھر ان کو منتشر کرنا، یہاں ایک اہم سوال سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ جب ارواحِ خلائق قیامت کے دن اکٹھی کی جاتی ہیں، تو پھر کہاں پھیلائی جاتی ہیں؟ اور کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے: ذاتی قیامت زمانۂ نبوّت کے جہاد کی طرح ہے، جس کی غرض سے لشکرِ اسلام کو اکٹھا کیا جاتا تھا، اور فتح و کامیابی کے بعد ان کو منتشر ہونا پڑتا تھا، حشر و نشر کی دوسری مثال نمازِ جمعہ سے دی گئی ہے (۶۲-۹-۱۰) کہ اس کی اذان کی تاویل صورِ اسرافیل کی آواز ہے، نمازِ جمعہ قیامت ہے، جس کی طرف روحیں دوڑتی ہیں، کیونکہ وہاں اسمِ اعظم کا خصوصی ذکر چل رہا ہوتا ہے، اور نماز ادا

ہو جانے کے بعد زمین میں پھیل جانے کے لئے فرمایا گیا ہے، یعنی ذاتی قیامت کے بعد روحیں دُنیا پر محیط ہو جاتی ہیں، تاکہ خدا کے فضل و کرم سے روحانی سلطنت قائم ہو، اور کثرت سے خدا کو یاد کرنے کا حکم ہے، تاکہ قیامت کے تاویلی فائدے حاصل ہوں۔

ذاتی حشر و نشر کی تیسری مثال حجِّ بیت اللہ ہے، جس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اہلِ اسلام جمع ہو جاتے ہیں، اور پھر واپس ہو کر دُنیا میں پھیل جاتے ہیں، جیسا کہ ان حکیمانہ الفاظ کا اشارہ ہے: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ اور تُو (اسرافیل کے توسط سے) دُنیا بھر کے لوگوں کو حجّ کے لئے پکار... (۲۲/۲۷) یعنی ذاتی حشر جو باطنی حجّ ہے۔

سورۂ انشقاق (۸۴/۷-۹) میں بھی غور سے دیکھ لیں: پھر (اس دن) جس کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اس سے تو حساب آسان طریقہ سے لیا جائے گا، اور پھر وہ اپنے (مومنین کے) قبیلہ کی طرف خوش خوش پلٹے گا (۸۴: ۷-۹) آیا یہ انفرادی حشر نہیں ہے کہ حساب دینے والا (یعنی نفسانی موت سے آگے جانے والا سالک) اپنے لوگوں سے الگ بھی ہو جاتا ہے، پھر ان کی طرف واپس بھی آتا ہے؟

کلید نمبر۲: بہشت کی ہمیشگی:

سوال: بہشت میں نیک لوگوں کے ہمیشہ رہنے کا تصوّر کس طرح ہے؟ کیا جنّت میں لوگ اپنے وقت پر داخل نہیں ہوتے، جبکہ جنّت بہت پہلے سے بنی بنائی موجود ہوتی ہے؟ اور دوسرے اعتبار سے یہ سوال بھی ہے کہ آیا بہشت و دوزخ کی ایک مقرّرہ عمر نہیں ہے، جو کائنات کی مدّتِ عمر کے برابر ہے؟ پھر اہلِ بہشت کس طرح ہمیشہ بہشت میں رہ سکتے ہیں (۱۱: ۱۰۷-۱۰۸)؟

جواب: انسان جہاں اپنی انائے عُلوی میں ازلی طور پر اصل سے واصل ہے، وہ وہاں ہمیشہ بہشت میں رہتا ہے، مگر انائے سفلی کے اعتبار سے وہ ہنوز جنّت میں داخل نہیں ہوا ہے، سُورۂ ھود (۱۱: ۱۰۷-۱۰۸) میں جس طرح دوزخ، اور بہشت کا دوام (ہمیشگی) کائنات کے دوام سے وابستہ کیا گیا ہے، اور پھر یہ اشارہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وقت آنے پر آسمانوں کو لپیٹ لیا جائے گا، اس سے بظاہر یوں لگتا ہے، جیسے عالمِ جسمانی کی کوئی خاص عمر ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سورۂ ھود کے مذکورہ ارشاد کا تعلّق عالمِ شخصی کے احوال سے ہے، کیونکہ جس وقت عارف کی ذاتی کائنات لپیٹ لی جاتی ہے، تو اس وقت نہ صرف دوزخ اور ذیلی بہشت دستِ قدرت کی گرفت اور لپیٹ میں آکر وجہ اللہ کے سامنے فنا ہو جاتی ہے، بلکہ ہر چیز پر اس قانونِ کُلّ کا اطلاق ہو جاتا ہے،

لیکن یہاں یہ دیکھنا بے حد ضروری ہے کہ وہ فنا کس مقام کی ہے؟ اور کس نوعیت کی؟

یہ حکمت ہمیشہ کے لئے یاد رہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے عالمِ شخصی کو لپیٹ لیتا ہے، تو خدا کے اس فعل سے دوزخِ جہالت جو شرّ ہے، وہ ختم ہو کر خیر بن جاتا ہے، کیونکہ خدا کے ہاتھ میں شرّ ٹھہر ہی نہیں سکتا (۳/۲۶) اسی طرح دوزخ کی عمر عارف کے نزدیک ختم ہو جاتی ہے، مگر بہشت کی عمر ختم ہو جانے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اس کے بارے میں ارشاد ہُوا: عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ (۱۱/۱۰۸) وہ غیر مُنقطع بخشش ہے۔ اور جہاں تک فنا کا تعلّق ہے، وہ تو دارالابداع میں امرِ کُن (ہوجا) کے تحت ہے، اور خدا جس چیز کو "ہوجا" فرمائے، وہ بجائے بہتر سے بہتر ہونے کے کس طرح نیست و نابود یا معدوم ہو سکتی ہے۔

کلید ۲۱: علمی دیدار: ہماری تقریروں اور تحریروں میں جس قدر بھی اصل اور خاص چیزیں ہیں، وہ بلاشبہ سب کی سب درِ امامت کے دریُوزے (بھیک) سے ہیں، چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ "علمی دیدار" ایک انقلابی تصوّر ہے، اور ازلی حقیقت پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مفید ہے، پس یہاں حقیقی راز کو منکشف کرنا چاہیئے کہ کسی عارف کے لئے خدا کا سب سے بڑا اور ازلی و ابدی علمی دیدار وہ ہے،

جس میں وہ پاک و برتر اپنے دستِ قدرت سے کائنات و موجودات کو لپیٹ لیتا ہے (۲۱/۱۰۴ ، ۳۹/۶۷) یہ خلاصۂ کائنات، مجموعۂ موجودات، ملفوفۂ مصنوعات، اور جوہرِ اشیاء ایسا جامعِ جوامع اور کُلِّ کُلّیات ہے کہ ہر مُستمّا اور ہر اسم کی نمائندگی کرتا ہے، پس یہ خدا کے ہاتھ میں کوہِ عقل اور طورِ موسیٰؑ بھی ہے، جو ہر عالمِ شخصی میں خدا کی تجلّی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

دلائل و براہین اور غور و فکر کے بعد ہی کسی کو یقین آسکتا ہے کہ حقیقی علم میں سر تا سر خداوندِ تعالیٰ کے اسی ظہورِ نور اور دیدار کا تصوّر اور تذکرہ ہے، جو مرتبۂ عقل پر خدا کے خاص دوستوں کو حاصل ہو جاتا ہے، ہر آیۂ قرآن میں اسی تجلّی کا اشارہ، ہر مثال میں اسی ظہور کی تاویل، ہر جملہ میں وہی سِرِّ اعظم پنہاں، ہر حکمت اسی دیدار سے متعلّق، ہر قصّہ میں اسی ملاقات کی خوبیاں، ہر علم کا سرچشمہ وہی گوہر، ہر خزانے کا سرمایہ وہی لُولُوئے مکنون، وہی گنج، وہی گنجور (گنجِ ور)، وہی طور، وہی جبلِ نور، وہی جلوۂ حور، وہی بہشت کے محلّات و قصور، وہی کتابِ مسطور، وہی رَقِ منشور، وہی بیت المعمور، اور وہی سب کچھ۔

آپ آیۂ کریمہ کو از سرِ نو غور سے دیکھیں کہ اس میں لفظ لِلۡجَبَلِ ہے عَلَی الۡجَبَلِ نہیں، کیونکہ خدا پہاڑ پر نہیں بلکہ کوہِ عقل ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہُوا تھا، تاکہ اس کو ریزہ ریزہ کر کے حقائق و

معارف کی ایک کائنات کو وجود میں لائے (۴۴/۴۲) اور اس قادرِ مطلق نے عالمِ شخصی میں ایسا ہی کیا، پس اہلِ بصیرت کے نزدیک حقیقی علم کی ہر بات آئینۂ خدانما ہے، اور علمی دیدار کے یہی معنی ہیں، جیسا کہ خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (۲/۱۱۵) سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی اللہ کا چہرہ (اور دیدار) ہے۔

کلید ۲۲: جامۂ جنّت: قرآنِ کریم کی ہر آیۂ مقدّسہ کے ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ باطنی حکمت بھی ہے، جیسا کہ یہ ارشاد ہے: اے آدمؑ کی اولاد ہم نے تمہارے لئے پوشاک نازل کی جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتی ہے اور زینت کے کپڑے اور (اس کے علاوہ) پرہیزگاری کا لباس اور یہ سب سے بہتر ہے (۷/۲۶) حکمت: اے آدم کی روحانی اولاد! ہم نے تمہارے بدن کو لباس کے طور پر بنایا جو تمہاری باطنی شرمگاہوں (خاص بھیدوں) کو چھپاتا ہے، اور ہم نے تمہارے لئے جسمِ فلکی (ریش) بنایا، جس میں زینت اور پرواز کی طاقت ہے، اس کے علاوہ ہم نے تمہارے واسطے جامۂ تقویٰ بنایا، یعنی وہ جُثّۂ ابداعی، جو روحانی جنگ میں ہر طرح سے محفوظ اور غالب رہتا ہے، اور یہی سب سے بہترین ہے، کیونکہ اس کا براہِ راست تعلّق حضرتِ قائم القیامت علیہ افضل التحیّۃ والسّلام سے ہے۔ سورۂ نحل (۱۶/۸۱) میں بھی دیکھ لیں۔

جثّۂ ابداعی یا فرشتہ روحانی لشکر کا قلعہ ہُوا کرتا ہے، اس لئے ایک فرشتہ میں بہت سے فرشتے پوشیدہ ہوتے ہیں، مثلاً ایک ہزار یا تین ہزار یا پانچ ہزار، کیونکہ فرشتوں کا جوہر ایک ہی ہے، آپ ایسے فرشتوں کا تذکرہ جنگِ بدر سے متعلق آیاتِ کریمہ (۸/۹، ۳/۱۲۴، ۳/۱۲۵) میں پڑھیں، اور یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ مُسَوِّمِین (۳/۱۲۵ علامت والوں) کے یہ معنی ہیں کہ ایسے فرشتے جنگی علامت کے طور پر ہاتھ میں کوئی ہتھیار لئے ہوئے ہوتے ہیں، مگر یہ صرف اشارہ ہے، جبکہ وہ روحانی طریق پر لڑتے ہیں۔

کلیدِ ۲۳: ظہورِ ازل:

خودشناسی اور خداشناسی صرف کہنے کے لئے نہیں، بلکہ وہ ایک امرِ واقعی بھی ہے، چنانچہ قرآنِ مجید وہ ہدایت نامۂ سماوی ہے، جو دوسری تمام ضروری تعلیمات کے ساتھ ساتھ باطنی مشاہدہ، دیدار، اور معرفت کے تذکروں سے بھی بھرا ہُوا ہے، جیسا کہ سُورۂ مُلک (۶۷/۱) میں ہے کہ جُملہ برکات کا سرچشمہ ظہورِ ازل ہے، یہی ازل جو دوسرے اعتبار سے ابد ہے، عالمِ شخصی میں مخفی ہے، یہی ظہورِ ازل وہ گنجِ مخفی ہے، جس میں تمام اسرارِ عرفان پوشیدہ ہوتے ہیں، یہ خزینۂ خزائنِ خدا کے ہاتھ میں ہے، اس میں سب چیزیں بصورتِ جوہر جمع اور یکجا ہیں، اس لئے اس کے اتنے اسماء ہیں جتنے دونوں جہان کے مُسمّا ہیں، اس سے ایسا لگتا ہے کہ یقیناً حضرتِ آدم علیہ

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

السّلام کو اسی مقام پر علمِ اسماء کی آخری تعلیم دی گئی تھی، پس وہ اعجوبہ جو اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہر چیز کا نمائندہ ہے، اور مُلک و ملکوت کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

انسان پہلے زندگی گزارتا ہے، اور اس کے بعد ہی موت کے دروازے سے داخل ہو جاتا ہے، لیکن سورۂ ملک (۶۷/۲) میں یہ ترتیب اس کے برعکس ہے، وہ یہ کہ خدا نے (پہلے) موت اور (پھر) زندگی کو پیدا کیا۔ یہ کس طرح ہے؟

ج: انسان کی جسمانی زندگی دراصل موت ہے، اور اس میں ہمارا زبردست امتحان ہے کہ ہم کو اپنی زندگی نُما موت کا بڑی شدّت سے احساس ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی خوش نصیب آدمی کو اس بات کا یقین ہو کہ حقیقی زندگی یہاں سے بہت دور آگے چلنے سے مل سکتی ہے، اور وہ اس کے ساتھ ساتھ علم و عمل کا سہارا لے کر آگے بڑھتا ہو تو ان شاء اللہ وہ اسی جسم میں ہوتے ہُوئے بحقیقت زندہ ہو جائے گا، اور اُس حال میں بھی علم و عمل کا امتحان ہے۔

کلید ۲۴ : سات آسمان : خداوند تعالیٰ نے عالمِ عقل کے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے مطابق اور موافق بنایا ہے، جس کی وجہ سے وہ سب ایک ہو گئے ہیں، یعنی ایک ہی آسمان کی حیثیّت میں سات آسمان ہیں، کیونکہ عالمِ وحدت میں ایسا ہی ہوتا ہے، مثال کے طور پر تم عددِ واحد (۱)

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کو ایک ہی جگہ پر سات بار اس طرح لکھتے ہو کہ پہلی شکل میں ذرا بھی فرق نہیں پڑتا، تو اُس حال میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ عدد ظاہراً ایک ہے، اور باطناً سات، اسی طرح کسی ایک روحانی یا عقلی چیز میں اپنی نوعیت کی ہزار بلکہ بے شمار چیزیں سما سکتی ہیں، جبکہ غیر مادّی اور لامکانی اشیاء کے لئے جگہ اور گنجائش کا مسئلہ ہے ہی نہیں۔

خدا کی خُدائی میں مخلوقات کے لئے درجات بھی ہیں، اور مُساوات (برابری) بھی، چنانچہ عالمِ ظاہر اور عالمِ روحانی میں بے شمار درجات ہیں، اور عالمِ عقل (عالمِ وحدت) میں مُساوات ہی مساوات ہے، کیونکہ مراتب کی سیڑھی صرف چھت (عرش) تک جاتی ہے، اور چھت جو ہموار ہے، اس پر کوئی سیڑھی نہیں، یا یوں کہا جائے کہ دور و دراز سفر کے مراحل و منازل ضرور ہوا کرتی ہیں، مگر منزلِ مقصود کے بعد نہ تو سفر ہے اور نہ ہی کوئی منزل، اور قرآنِ پاک کا ارشاد ہے کہ اِبداع و اِنبعاث کے مقام پر سب لوگ ایک جان کی طرح (مُساوی اور یکساں) ہیں (۳۱/۲۸)، پس جن لوگوں پر آفتابِ نورِ عقل کسی حجاب کے بغیر طلوع ہوتا ہے، (۱۵/۹) وہ خدا کے معزز بندے ہم مثل اور برابر ہیں (۲/۲۶)۔

بہشت کی سب سے بڑی عزّت وہاں کی بادشاہت ہے، جس کا ذکر قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات میں موجود ہے، اور جہاں جہاں سُرُر (واحد، سریر = تخت) اور اَرائِک (واحد، اریکۃ =

تخت) جیسے الفاظ آئے ہیں، وہاں بھی فردوسِ بریں کی بادشاہی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، کیونکہ تخت نشین صرف وہی شخص ہو سکتا ہے، جو بادشاہ ہو، جیساکہ سُورۂ حجر میں ہے: اور جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے (شاہی) تختوں پر برادرانہ محبّت سے بیٹھے ہوں گے (۱۵/۴۷) پس ان سب بہشت کے بادشاہوں کے آمنے سامنے اور بھائی بھائی جیسے ہونے کا مطلب برابری ہے، یہ جنّت کا وہ سب سے اعلیٰ مقام ہے، جہاں پر نچلے تمام درجات رفتہ رفتہ پہنچ کر مساواتِ رحمانی میں بدل جاتے ہیں۔

کلید ۲۵: نورانی عشق: خدا، رسولؐ اور امامِ زمانؑ کا پاک و پاکیزہ عشق وہ لاہوتی عطر ہے، جس کی جان پرور اور ایمان افروز خوشبو اہلِ ایمان کے لئے طِبِّ سماوی کے معجزے دکھاتی ہے، کیونکہ یہ عشق دراصل ایک کامل و مکمّل نور ہے، اور نور کا کام ہے تمام تر مشکل حالات میں رہنمائی اور دستگیری کرنا، ہر نبی اور ہر ولی میں ہاہُو (شور) کے بغیر خاموش اور سنجیدہ مگر زبردست عشقِ الٰہی پوشیدہ ہُوا کرتا ہے، اور اسی عشق سے ہمیشہ اخلاقی اور روحانی امراض کا علاج ہوتا رہا ہے، جیسے قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے: والّذین اٰمنوا اشدُّ حُبّاً للّٰہِ (۲/۱۶۵) اور مومنین تو خدا ہی سے قوی محبّت رکھتے ہیں۔

یہ خدا اور اس کے مظہر کے لئے بڑی شدید محبّت اور عشق ہے، چونکہ خدا کی محبت اور عشق کو قرآنِ حکیم نے شدّت کے معنی میں بیان فرمایا، اور شدّت طاقت ہوا کرتی ہے، اس لئے ہم تسلیم کریں گے کہ حقیقی عشق و محبّت سب سے بڑی اِصلاحی طاقت ہے، جس کی بدولت بڑی حد تک اخلاقی اور روحانی ترقّی ہو سکتی ہے، اگر یہ بات بالکل درست ہے، تو پھر آسمانی عشق سے بھرپور فائدہ اٹھانے میں لَیت و لَعَلُ (ٹال مٹول) نہیں کرنا چاہئے، درحالیکہ رسولؐ کی اطاعت و محبّت خدا کی اطاعت و محبّت ہے، اور امامِ زمانؑ کی اطاعت و محبّت رسولؐ کی اطاعت و محبّت، یہ محبّت یعنی عشق ایک مخفی اور قلبی معجزہ ہے، جس سے زندگی کی ہر تلخی شیرینی میں تبدیل ہو سکتی ہے، اگر عشق سچ مچ معجزہ ہے، تو پھر دین کی کونسی نعمت ہے جو اس کے ذریعہ حاصل نہ ہو؟

عشق نور بھی ہے اور نار (آگ) بھی، چنانچہ آپ اگر علم و عمل کے وسیلے سے عشقِ امام کے لئے ایندھن ہو جائیں، تو آپ اپنے عالمِ شخصی میں نور اور اس کے جملہ کمالات و معجزات کا مشاہدہ کر سکیں گے، اور اسی طرح اپنی ذات کی معرفت سے پروردگار کی معرفت حاصل ہو جائے گی، جبکہ اسی مقصد کے حصول کی خاطر انسان دُنیا میں آیا ہے۔

کلید ۲۶: گریہ وزاری:

سب جانتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ قرآن اور اسلام میں بڑی سختی سے تکبّر کی مذمّت کی گئی ہے، مذمّت ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے دفعیہ اور توڑ کے کئی طریقے بھی بتائے گئے ہیں، وہ ہیں: تواضع، عاجزی، کسرِ نفسی، نرم دلی، اور سب سے بڑھ کر گریہ وزاری کا طریقہ ہے، جس کی عادت ہونے سے تکبّر کی بدترین بیماری کا بڑی حد تک علاج ہو سکتا ہے، کیونکہ گریہ وزاری خوفِ خدا سے ہو سکتی ہے، یا عشقِ الٰہی سے، یا بر سبیلِ دعا و مناجات، یا بعنوانِ توبہ، یا بر بنائے عبادت، وغیرہ، پس بہرحال اس میں یادِ خداوندی کے طوفانی عالم ہونے کی برکت سے فخر و تکبّر کے خیالات یکسر مٹ جاتے ہیں، اور مومن کا قلب عکسِ آفتابِ ھدایت کے لئے مثلِ آئینہ پاک و صاف ہو جاتا ہے، اور بہت سے معنوں میں گریہ وزاری بے حد مفید ثابت ہو جاتی ہے۔

انسان کے ظاہری اقوال و اعمال کا انحصار خیالات پر ہے، کیونکہ اچھے خیالات فرشتے ہیں اور بُرے خیالات شیاطین، شیطانوں کو دُور کر کے فرشتوں کو بلانے کا طریقہ ذکرِ الٰہی کی کثرت ہے، اور سب سے بہترین اور انقلابی ذکر گریہ وزاری اور مناجات ہے، چنانچہ جب بندۂ مومن بارگاہِ خداوندی میں تضرّع اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ دُعا کرتا ہے، تو اس پر خدا کی رحمت برستی ہے، اور

اس کا عالمِ دل منوّر ہو جاتا ہے، اور اس کے مزاج میں بے حد نرمی سنجیدگی، اور عاجزی پیدا ہوتی ہے، اور اس سے روحانی ترقی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔

گریہ وزاری خواہ انفرادی ہو، یا اجتماعی، اس کے لئے قرآنی آداب مقرّر ہیں، اور ادب کے بغیر کوئی عبادت و بندگی خدا کو پسند نہیں، ملاحظہ ہو (ترجمۂ آیۂ کریمہ) : تم اپنے ربّ سے دُعا کیا کرو، گڑ گڑا کر اور آہستہ آہستہ، بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۷/۵۵) نیز سورۂ بنی اسرائیل میں دیکھیں : اور یہ لوگ (سجدے کے لئے) ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور روتے جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی کو بڑھاتا جاتا ہے (۱۷/۱۰۹)۔

کلید ۲۷ : امامِ مبینؑ میں ہر چیز :

یہی تو کمالِ قدرت اور زبردست معجزے کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کردہ ایک ہی چیز اپنی تمامیت، کمالیت، اور کفایت کی وجہ سے ہر چیز ہو سکتی ہے، یا ایک ہی شی سب کچھ ہے، یا ایک ہی مخلوق میں تمام مخلوقات محدود ہیں، خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے تمام حقیقی اور اعلیٰ چیزیں (از قسمِ روحانی، عقلانی، اور علمی) امامِ مبینؑ میں گھیر کر رکھی ہیں (۳۶/۱۲) مگر یہاں یہ نکتہ اچھی طرح یاد رہے کہ مذکورہ چیزیں عقل و جان کے

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

نور سے معمور و منوّر ہیں، اس لئے وہ زندہ و گویندہ ہیں، اور ان سے ہر وقت علم و حکمت کی ضَوفشانی ہوتی رہتی ہے، ان تمام چیزوں میں سب سے پہلے یہ نام آتے ہیں: نورِ محمّدیؐ، عقل، قلم، لوح، عرش، کرسی، کتابِ مکنون، خزانۂ ازل، آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، باغ، شہر، لوگ، وغیرہ، اور اسی طرح ان انتہائی عظیم چیزوں میں اسماء الحُسنیٰ بھی ہیں (۷/۱۸۰، ۱۷/۱۱۰، ۲۰/۸، ۵۹/۲۴)۔

قرآنی الفاظ کے معنی اصل لُغَتُ سے ہٹ کر نہیں ہوتے، چُنانچہ اسماء الحُسنیٰ کے معنی ہیں اللہ کے بہت خوبصورت نام، یعنی رسولؐ اور ائمّۂ طاہرینؑ، خداوندِ دوجہان کے یہ اسمائے عِظام سچ مُچ انتہائی خوبصورت ہیں، کیونکہ ان بزرگ اسماء میں سے ہر اسم اپنے وقت میں زندہ بہشت کا مرتبہ رکھتا ہے، اور بہشت وہ مقام ہے، جس کا ہر منظر بے حد حسین، ہر شئی نہایت خوبصورت، ہر مخلوق بدرجۂ کمال جمیل، ہر جلوہ حیران کُن، ہر صورت مایۂ زیبائی و رعنائی، ہر چہرہ رشکِ آفتاب و ماہتاب، ہر ملاقات مسرّت انگیز، ہر دیدار جان پرور، ہر نعمت نشاط افزا، ہر روح پیکرِ حسن و جمال، ہر قطرۂ باران دُرِّ ثمین، ہر دریا بحرِ گوہر زا، ہر پانی آبِ کوثر، ہر پہاڑ کوہِ طور، ہر پتھر حجرِ مکرّم، اور ہر فرد رنگِ خدا سے رنگین ہے، یہ اسماء الحُسنیٰ کی ایک بہت مختصر وضاحت ہے۔

ISW
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کلید ۲۸: کتابِ لاریب:

قرآنِ مجید کے مقاصد میں سے ایک خاص مقصد یہ ہے کہ یہ اگلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کتابِ لاریب (۱۰/۳۷) کی تفصیلات بیان کرتا ہے، الکتاب لاریب فیہ (۲/۳۲) کیا ہے؟ ج: وہ روحانی اور عقلانی کتاب ہے، آپ اسے کتابِ مکنون (۵۶/۷۸) یا نورِ عقل یا نورِ امامت بھی کہہ سکتے ہیں، جس میں کوئی شک نہیں، یعنی وہ تو عین الیقین اور حق الیقین کے مقام پر ہے، اس لئے اس کا نام کتابِ لاریب ہُوا، لیکن وہ اَمثال و اِشارات سے بھری ہُوئی ہے، لہٰذا وہ مُجمل ہے، مُفصّل نہیں، اور قرآنِ کریم اس کی تفسیر و تفصیل ہے، جیساکہ سورۂ انعام (۶/۱۱۵) میں ہے: وھوالّذی انزل الیکم الکتٰب مُفصّلاً۔ وہ وہی خدا ہے جس نے تمہارے پاس مُفصّل (واضح) کتاب نازل کی۔

کامل و مکمّل روحانیت و عقلانیت جو درجہ بدرجہ بلند ہو کر اسرارِ ازل تک پہنچ جاتی ہے الکتاب کہلاتی ہے، اُس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اُس میں یقین ہی یقین ہے، جیساکہ اُوپر ذکر ہُوا، اور روحانی واقعات کا یہی سلسلہ دوسرے الفاظ میں یوم القیامۃ لاریب فیہ (روزِ قیامت جس میں شک نہیں ۴/۸۷، ۶/۱۲، ۴۵/۲۶) بھی ہے، کیونکہ عالمِ لطیف میں چیزیں آپس میں مل کر ایک ہوتی ہے، جب کہ عالمِ کثیف کی اشیاء الگ الگ ہُوا

کرتی ہیں، پس قرآنِ حکیم میں قیامت کے جتنے نام آئے ہیں، وہ سب کے سب امامِ اقدس واطہر علیہ الصّلاۃ والسّلام کی روحانیت و نورانیت کے ناموں میں سے ہیں، ملاحظہ ہو: کتابِ کوکبِ دُرّی، ص ۲۲۶، منقبت نمبر ۲۷، نمبر ۲۸ کہ امامؑ السّاعہ (قیامت) بھی ہیں اور کتاب لاریب فیہ بھی۔

جانشینِ رسولؐ (امامؑ) پر یقین رکھنا آخرت پر یقین رکھنا ہے (۲/۴) کیونکہ پیغمبرِ اکرمؐ کے بعد جس نور پر ایمان لانا واجب ہے، وہ امامِ عالیمقامؑ ہی ہیں (۵۷/۳) جو ہر اعتبار سے یوم الآخر ہیں، جیسے مولا علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: انا الّذی اقومُ السّاعۃَ (میں ہوں وہ شخص کہ قیامت برپا کرتا ہوں۔ مذکورہ کتاب، ص ۲۲۹، منقبت نمبر ۵۳)۔

کلید نمبر ۲۹: اصل سے واصل:

حضرتِ مولانا امام سلطان محمد شاہ صلوات اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: دُنیا میں رہو، دُنیا میں رہ کر مومن کے کام کرو، اِس دنیا میں بھی مومن اصل میں واصل ہو سکتا ہے، اپنے مذہب میں رہتے ہوئے اصل میں واصل ہونا آسان معاملہ ہے۔ (دارالسّلام ۹-۳-۱۹۲۵ء) مَیں آپ کو اِس فرمانِ مبارک کی معنوی گہرائی اور حکمت کی طرف دعوتِ فکر کی غرض سے چند سوالات کرتا ہوں کہ آیا "اصل سے واصل ہونا" روحانی سفر اور ترقّی کی آخری منزل

ISW Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

نہیں ہے؟ کیا اس میں نفسانی موت سے گزر جانے کا اشارہ نہیں ہے؟ اصل سے واصل اور فنا فی اللہ میں کیا فرق ہے؟ آیا امامِ عالیمقامؑ کے اِس فرمانِ مقدّس میں ذاتی یا انفرادی قیامت کا واقعہ پوشیدہ نہیں؟ آپ کے نزدیک اصل سے کیا مراد ہے؟ نفسِ واحدہ؟ یا مُبدِع؟ یا نور الانوار؟ یا روحِ کُلّی؟ یا بہشت؟ یا امامِ زمانؑ؟ یا کوئی اور مرتبہ؟ یا رفیقِ اعلیٰ؟ یا انائے عُلوی؟ یا عِلّیّین؟ یا گنجِ ازل؟ یا خداوندِ تبارک وتعالیٰ؟ الغرض آپ کو حضرتِ امام علیہ السّلام کے ایسے اہم اور پُراز حکمت ارشادات میں اچھی طرح سے غور کرنا ضروری ہے۔

کلید نمبر ۳۰: قصّۂ قارون: حدیثِ شریف میں ہے کہ: آیاتِ قرآن میں سے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن...، پھر قصّۂ قارون (۲۸/۷۶، ۲۸/۷۹، ۲۹/۳۹، ۴۰/۲۴) کس طرح باطنی حکمت کے بغیر صرف ظاہری معنی میں محدود ہو سکتا ہے، جبکہ خود قرآنِ حکیم ان لوگوں کی مذمّت کرتا ہے، جو اسے اساطیر الاوّلین (اگلوں کی کہانیاں ۶/۲۵) قرار دیتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حکایاتِ قرآن کی نصیحت وعبرت اور علم وحکمت کو ذرا بھی نہیں سمجھتے، القصّہ قارون حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کے قرابتداروں میں سے تھا، اس کو ظاہری دولت اس کثرت سے حاصل ہوئی کہ اس کے کثیر خزانوں کی کُنجیاں ایک طاقتور جماعت کو تھکا دیتی تھیں، جب اس کو ادائے زکات کا حکم دیا گیا، تو اس نے صریحاً انکار کیا،

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

اور کہا کہ یہ (مال و دولت) تو مجھے اپنے علم کی وجہ سے حاصل ہُوا ہے (۲۸/۷۸) پس یہ ہر ایسے شخص کے لئے تنبیہی مثال ہے، جو مادّی یا علمی دولت کے خزانوں سے مالا مال ہو، اور وہ ھادیٔ برحق کی اطاعت نہ کرے، اور مالی یا علمی زکات نہ دے۔

قرآنِ پاک اپنی نوعیّت کا ایک عالمِ دین ہے، اس میں گویا دو سمندر (بحران ۳۵/۱۲) ہیں، ایک کا پانی پینے کے لئے شیریں و خوشگوار ہے، اور دوسرے کا کھارا اور کڑوا ہے، لیکن یہ دونوں مچھلیوں اور موتیوں کی فراوانی میں یکسان ہیں (۳۵/۱۲) چنانچہ قصۂ قارون کا ظاہر واضح اور معلوم ہے، لیکن اس کا باطن ایک پوشیدہ اشارہ ہے، جو روحانی علم کے خزانوں، کلیدوں اور کلید برداروں (خزانچیوں) کا تصوّر دیتا ہے، وہ علم طوفانِ نوحؑ جیسے بے پناہ اور منتشر مثال میں ہونے کے باوجود منظّم کُنُوز و مفاتح اور ایک قوسی خزانچی جماعت کے تحت ہے۔

کلید ۱۳۱: فعلِ خدا کی نمائندگی:

سُورۂ صٓ ۳۸/۱۷ سے دیکھیں: اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب رسولؐ سے یہ فرمانا کہ تم ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو، آنحضرتؐ کے مُشاہدۂ باطن اور مراحلِ نورِ عقل کے حوالے سے ہے، کیونکہ اس آیۂ کریمہ میں حضرتِ داؤدؑ کو "ذاالاید" اور "اوّاب" یعنی ہاتھوں والا اور رجوع کرنے والا کہا گیا ہے، اور ہاتھوں کی یہ تعریف نہ

صرف کتابِ مکنون کو چھونے کی وجہ سے ہے، بلکہ یہ دستِ خدا اور فعلِ الٰہی کی نمائندگی کے سبب سے بھی ہے، اور کسی پیغمبر کا خدا سے رجوع یا توبہ (لوٹ جانا) یہ ہے کہ وہ انتہائی عظیم دیدار تک پہنچ جائے، جس میں فنا ہو جانا ہے۔

عالمِ انسانیت میں دو قسم کے نفوس (ارواح) ہیں: منجمد اور ذرّات، نفوسِ منجمد گویا جبال (پہاڑ) ہیں، اور ذرّات پرند (طیور) پس حضرتِ داؤدؑ کی انفرادی قیامت میں پہاڑوں کو اپنی جگہ مسخر کر کے پرندوں کو جمع کیا گیا اور وہ سب حضرتِ داؤدؑ کے ساتھ مل کر صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے ($\frac{38}{18}$) عالمِ ابداع میں دُنیائے ظاہر کا وقت سمیٹا ہوا ہوتا ہے، اس لئے وہاں شام کی تسبیح صبح کی تسبیح سے ملی ہوئی ہے۔ دنیا کی سلطنتوں کا نچوڑ اور جوہر روحانی بادشاہی میں ضم کیا جاتا ہے، جس طرح ملکۂ سبا کی سلطنت حضرت سلیمانؑ کی مملکت میں ملائی گئی تھی، یہاں حکمت سے نُورُوئے عقل مراد ہے، اور "فصل الخطاب" کلمۂ باری ہے ($\frac{38}{20}$)۔

کلید ۳۲: دُنبیوں کا مسئلہ: دروازے سے آنا اُن حدود کی علامت ہے، جو جسمِ لطیف (آسٹرل باڈی) میں دین کا کام کر رہے ہیں، اور دیوار سے آنا حدودِ روحانی کی نشانی ہے، چنانچہ حضرتِ داؤدؑ دنبیؑ کے پاس

جو حدودِ دین دیوار کو چیر کر آئے، وہ جبرائیل اور میکائیل جیسے روحانی تھے (۳۸/۲۱) ۹۹ + ۱ = ۱۰۰ دُنبیاں خدا کے اسمائے صفاتی کی مثال ہیں، جو علم و حکمت کے خزانے ہیں (۳۸/۲۲) مگر تمام خزانوں کی کلیدیں اسمِ اعظم میں ہیں، جو خزانۂ اعظم اور کنز الکنوز ہے، جس کی تشبیہ و تمثیل مذکورہ قصّہ میں ایک ایسی دُنبی سے دی گئی ہے، جس کا نر (دُنبہ) موجود ہے، اس لئے یہ نسل پھیلانے کے اعتبار سے ان ننّانوے دُنبیوں سے زیادہ فائدہ بخش ہے، جو دوسرے بھائی کے پاس ہیں، کیونکہ وہ سب کی سب نر کے بغیر ہیں۔

ذاتِ سبحان کے سوا کوئی بھی شئی ایک اکیلی نہیں، کیونکہ خداوندِ عالم نے تمام چیزوں کو جفت جفت پیدا کیا ہے (۳۶/۳۶) اور قرآنِ عظیم میں بارہا اس قانونِ دوئی کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے، اس روشن حقیقت میں ذرّہ بھر شک و شبہ نہیں کہ کائنات و موجودات کی جملہ اشیاء دو دو یعنی جوڑی جوڑی ہیں، یہ قاعدہ کئی طرح سے ہے، جیسے نر و مادہ کا نظام، اضداد کا طریقہ، وغیرہ، ہم نے بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے، پس اسمِ اعظم بھی اسی قانونِ فطرت کے مطابق دو ہیں، ایک اسم لفظی ہے، جو صامت (خاموش) ہے، اور دوسرا شخصی، نورانی ہے، جو ناطق یعنی بولنے والا ہے، اس سے زمانے کا نورِ مجسّم مراد ہے۔

حرفی اسمِ اعظم دلیل ہے، شخصی اسمِ اعظم مدلول، وہ گویا

آسمانی کتاب ہے، یہ ربّانی مُعلّم اور نور، وہ روحانی خزانہ ہے، تو یہ اس کا خزانہ دار، وہ جسم کی طرح ہے، یہ روح کا درجہ رکھتا ہے، وہ حیاتِ سرمدی کا اشارہ ہے، یہ مُشارُ اِلیہ اور خود اسی حیات کا سرچشمہ، وہ طالب کی طلب ہے، تو یہ مطلب اور مطلوب، وہ ایک چراغ ہے، مگر ہنوز روشن نہیں ہوا، یہ ایک ایسا روشن چراغ ہے، جو اُس کو بھی فروزان کرسکتا ہے، وہ آسمانِ روحانیت کے لئے نردبان (سیڑھی) ہے، تو یہ روحانیت و نورانیت کا آسمان ہے، وہ ایسا درخت ہے جس میں علمی درخت کا پیوند لگ سکتا ہے، یہ علم کا زندہ شجر ہے، لہٰذا اپنے نورانی علم کا پیوند اُس درخت میں رگا سکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہُوا کہ زندہ اسمِ اعظم (امامِ زمانؑ) کا نور لفظی اسمِ اعظم کے توسّط سے قلوبِ مومنین میں طلوع ہو سکتا ہے۔

کلید ۳۳: کوہِ قاف: حضرتِ امیرالمؤمنین علی صلوات اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے: انا لؤلؤ الاھداف، انا جبل قاف، یعنی میں ہی وہ گوہرِ یک دانہ ہوں، جس میں تمام اعلیٰ مقاصد جمع ہیں، اور میں ہی کوہِ قاف ہوں، جس پر عالمِ عقل کے عجائب و غرائب موجود ہیں۔ دُرِّ یتیم یا گوہرِ یکدانہ (لُولُوئے عقل) کے بارے میں اگرچہ بہت کچھ لکھا گیا ہے، تاہم یہاں اس میں اضافہ کرتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے

کہ گوہرِ عقل میں کائنات و مخلوقات کے آثارِ مُتحجّرات (FOSSILS) پائے جاتے ہیں، یعنی جس طرح سائنسی تحقیق سے اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ زمانۂ قبلِ تاریخ کی بہت سی نباتی اور حیوانی چیزیں پتھر بن کر پہاڑیں محفوظ ہو چکی ہیں، جسے رکازی ریکارڈ FOSSIL RECORD کہا جاتا ہے، اسی طرح کوہِ عقل میں تمام باطنی چیزوں کا نورانی ریکارڈ موجود ہے۔

سورۂ قٓ (۵۰: ۱) کا ارشادِ مبارک ہے: قٓ ۔ والقرآنِ المجید (۵۰: ۱) قسم ہے قاف کی اور باعظمت قرآن کی۔ حرفِ "ق" کی ابجدی قیمت ۱۰۰ ہے، اور سو کا جملِ اصغر ایک ہوتا ہے، جس کی عددی تاویل عقلِ کُلّ ہے، جو قلمِ قدرت اور کوہِ عقل ہی کا نام ہے، اور یہی عالمِ شخصی میں نورِ ازل بھی کہلاتا ہے، اس مقام پر قرآنِ مجید سے لوحِ محفوظ مراد ہے، جس میں عظمت والا قرآن درج ہے (۸۵: ۲۱-۲۲) اور لوحِ محفوظ ہی نفسِ کُلّ ہے، چونکہ دُنیائے ظاہر کے ارتقاء کا آغاز جمادات سے ہو جاتا ہے، اس لئے ظہوراتِ عقل میں پہاڑ کی مثال کو بہت بڑی اہمیّت حاصل تھی، پس کوہِ عقل کا نام ایک اعتبار سے کوہِ قاف ہُوا، قاف کے بہت سے معنی ہیں، جیسے قدرت، قلم، قدیم، قرآن، وغیرہ، اور کوہِ قاف کی وجہِ تسمیہ یہ بھی ہے کہ عالمِ شخصی کے اس پُرنور پہاڑ پر عربی کے ایسے بہت سے الفاظ درج ہیں، جن میں سے ہر لفظ کے آخر

میں "ق" آتا ہے، اور یہاں یہ نکتۂ دلپذیر بھی سُن لیجئے کہ قرآنِ حکیم میں اس نوری تحریر کا نام اَلرَّقیم (۱۸/۹) ہے، جس کے معنی ہیں نوشتۂ روحانی، اور ہر لفظ کے آخر میں "ق" ہونے کا البتہ یہ اشارہ ہے کہ ہم ایسے الفاظِ مقدس کو قرآنِ کریم میں دیکھیں، اور ان میں کوہِ قافِ عقل کے اسرارِ معرفت کی جستجو کریں۔

کلید ۳۴: اصحابِ فیل: سورۂ فیل کو قرآن (۱۰۵/۱-۵) میں پڑھ لیں: (اے رسولؐ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر غلط نہیں کر دی؟ اور ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے، جو اُن پر سنگِ گل کی کنکریاں پھینکتے تھے، پس اللہ نے اُن کو کھائے ہوئے بھوسا کی طرح کر دیا (۱۰۵/۱-۵) ترجمہ و تفسیر اور تاریخی واقعہ کے بعد اس ربّانی تعلیم کی حکمت اس طرح ہے کہ شروع میں عالمِ شخصی کے حوالے سے مشاہدۂ روحانیت کی طرف بھرپور توجّہ دلائی گئی ہے، جس میں اقتدار والے مخالفین (ہاتھی والے) بصورتِ ذرّات خدا کے باطنی گھر کو ڈھانے کی غرض سے حملہ آور ہوئے تھے، مگر اللہ نے ان پر ایک زبردست روحی لشکر کو بھیجا، جس نے منجمد روح کی کنکریاں برسا کر ان کو کھائے ہوئے بھوسا جیسا کر دیا، جس سے وہ روحانی طور پر ہلاک ہو گئے، کھایا ہوا بھوسا وہ ہے جو گائے بیل،

وغیرہ کے پیٹ میں مُتغیّر ہونے لگتا ہے، تاکہ اس کا کچھ حِصّہ حیوانی جسم کے ساتھ مل کر ایک ہو، اور کچھ حِصّہ گوبر کی صورت میں خارج ہوجائے، یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حملہ آور روحیں ہلاک ہوکر عارف کے نفسِ حیوانی کے لئے خمیر بھی ہوجاتی ہیں، اور پھوک کی طرح خارج بھی۔

کلیدے ۳۵: نور کا ذکرِ جمیل: سورۂ حدید کی پانچ آیاتِ کریمہ میں جس شانِ حکمت سے نور کا ذکرِ جمیل آیا ہے، اس کا مجموعی مطالعہ بے حد ضروری ہے، تاکہ دنیا ہی میں نور کی شناخت کی اہمیّت کا اندازہ ہوجائے، چنانچہ اِس باب میں سب سے پہلے ۵۷/۹ میں ذرا غور سے دیکھ لیں، اور یہ بتائیں کہ آیا نزولِ قرآن اور اس کی بابرکت تعلیمات کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لایا جائے؟ تاکہ نورانی ہدایت اور علم و عمل کے نتیجے میں دنیا ہی میں مومنین و مومنات پر روحانی ترقّی کا وہ وقت بھی آئے، جس میں ان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف دوڑنے لگتا ہے (۵۷/۱۲) روحانی ترقّی ہی قیامتِ صُغریٰ ہے، جو عالمِ شخصی میں واقع ہوتی ہے، جس میں بعض حدودِ دین کی نیابت و نمائندگی سِرِّ عظیم ہے، ایسی انفرادی قیامت میں جہاں تمام روحوں کی حاضری ہوتی ہے، وہاں منافقین و منافقات کی روحیں کیا کہتی ہیں،

ISW Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

اس کو بھی سورۂ حدید (۵۷/۱۲) ہی سے پڑھ لیں۔

اس کے بعد نور کا ایک اور عظیم الشّان تذکرہ یہ ہے: اور جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر (حقیقی معنوں میں) ایمان لائے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدّیقوں اور شہیدوں کے درجے میں ہیں، ان کے لئے اپنا اجر اور (زندہ) نور ہے (۵۷/۱۹) یقین کے ساتھ جاننا چاہیئے کہ جس طرح دنیا کے چھوٹے بڑے بے شمار کام شمس اور نظامِ شمسی سے وابستہ ہیں، اسی طرح جملہ اُمورِ دینی کی وابستگی نور اور نظامِ نورانی سے ہے، پس یہاں یہ حقیقت اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ دُنیا ہی کی روحانیّت میں مومنین و مومنات کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف سعی کرتا ہے، یعنی بڑی سُرعت سے ظہوراتِ ابداع و انبعاث کے نمونے پیش کرتا رہتا ہے۔

سورۂ حدید کی وہ آیۂ مقدّسہ، جو نورِ امامت کی معرفت سے متعلّق بنیادی اہمیّت رکھتی ہے، اس طرح ہے (ترجمہ): اے ایماندارو! خدا سے ڈرو (جیسا کہ ڈرنا چاہیئے) اور اس کے رسول (محمدؐ) پر ایمان لاؤ (جیسا کہ حق ہے) تو خدا تم کو اپنی رحمت کے دو حصّے اجر عطا فرمائے گا اور تم کو ایسا نور (یعنی نورِ امامت) مقرر فرمائے گا جس (کی روشنی) میں تم چلوگے اور تم کو بخش بھی دے گا، اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے (۵۷/۲۸) الغرض نہ صرف سورۂ حدید

ہی ہیں بلکہ سرتاسر قرآن میں جتنی آیاتِ نور ہیں، ان سب کا مجموعی اور مربوط و یکجا مطالعہ بے حد ضروری ہے، تاکہ موضوعِ نور زیادہ سے زیادہ قابلِ فہم ہو سکے، اِن شاء اللہ، خدا، رسولؐ، اور امامِ زمانؑ کے عشق سے ہر علمی مشکل آسان ہو جائے گی۔

کلید ۳۶: سجدۂ تفویض: سُورۂ یوسف (۱۲: ۱۰۰) میں ارشاد ہے: ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہ سجّداً (اور یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور یہ سب کے سب یوسفؑ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے) اور یوسفؑ نے کہا: اے ابّا یہ تاویل ہے میرے اس پہلے خواب کی کہ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا۔

تاویل ظاہر میں نہیں باطن میں ہوتی ہے، چُنانچہ حضرتِ یوسفؑ نے جو وارثِ امامت تھے، منازلِ روحانیت اور مراحلِ عقلانیت کو طے کر لیا، اور اپنے روحانی ماں باپ/ امام اور باب کو عالمِ شخصی کے تختِ عقل (عرش) پر بٹھا دیا، پھر وہ سب وہاں یوسفؑ کے لئے سجدہ میں گر پڑے، یعنی خدا کے حکم سے مرتبۂ امامت حضرت یوسفؑ کو حاصل ہُوا، اور ان کی اِطاعت کی گئی، اور ان کے خواب کی تاویل یہی تھی۔

کلید ۳۷: دو دفعہ پیدا ہو جانا: حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے ایک ارشاد کا عربی

ترجمہ ہے: لَنْ یَلِجَ ملکوتَ السَّمٰواتِ مَنْ لم یُوْلَدْ مَرَّتَیْنِ (وہ شخص آسمانوں کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا، جو دو دفعہ پیدا نہ ہو جائے) اس کی وضاحت یہ ہے کہ سب سے پہلے بتائیدِ الٰہی نفسِ حیوانی سے مر جائے اور روحِ انسانی میں زندہ ہو جائے، اور اس کے بعد روحِ انسانی سے بھی فنا ہو کر رُوحِ مَلَکی (نورِ عقل) میں زندہ ہو جائے، مگر یہ سب کچھ اسی زندگی میں کرنا پڑے گا، دوسرے الفاظ میں نفسِ امّارہ سے مر کر نفسِ لوّامہ میں جینا ہے، پھر نفسِ لوّامہ سے بھی مر جانا ہے، اور آخر میں نفسِ مُطمئنّہ میں زندہ ہو جانا ہے، پس یہی ہے زندگی ہی میں دو دفعہ مر جانا، اور دو دفعہ زندہ ہو جانا، جیسا کہ سورۂ مؤمن (۴۰: ۱۱) میں بزبانِ حکمت اس واقعہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

کلید نمبر ۳۸: خدا کے سات دن: حضرتِ آدم، حضرتِ نوح، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ، حضرتِ عیسیٰ، اور حضرتِ محمد مصطفیٰ علیہم السّلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے چھ دن ہیں، جن میں اس قدرت والے نے عالمِ دین کو پیدا کیا، یعنی ان چھ ناطقوں کے چھ بڑے ادوار میں عالمِ دین مکمّل ہُوا، اور حضرتِ قائم علیہ السّلام ساتواں دن (دَور) ہے، یعنی سنیچر، جس میں پروردگارِ عالم نے وہ تمام امور انجام دیئے، جو نورِ عرش (نورِ عقل) سے متعلّق ہیں، اور یہی خدا کے سات

دن ہیں، جو ایّام اللہ (۱۴: ۵، ۴۵: ۱۴) کہلاتے ہیں، اور انہی دنوں کا نام ایّامِ معلومات (۲۲: ۲۸) بھی ہے، کیونکہ یہ روحانی علم و حکمت سے پُر ہیں۔

اگر خداوندِ جلّ جلالہ اپنی قدرت سے چیزوں کو ایک طرف پھیلاتا ہے، تو دوسری طرف پیٹتا بھی ہے، چنانچہ سات بڑے ادوار میں سے ہر دَورِ بزرگ کے سات ذیلی ادوار مقرّر ہو گئے، اور یہ اُئمّۂ ھُدا علیہم السّلام کے چھوٹے چھوٹے ادوار ہیں، اب آئیے عالمِ شخصی کی بات کرتے ہیں کہ اس میں بھی ۶+۱=۷ دن یا ۷ مختصر ادوار ہیں، ان میں انبیائے کرام اور اُئمّۂ عظام صلوات اللہ علیہم کی نورانی معرفت کے خزائن پوشیدہ ہیں، اور معارف کا گنجِ آخرین جو خزینۃ الخزائن ہے، وہ حضرتِ قائم القیامت علیہ افضل التحیّۃ السّلام سے متعلق ہے۔

کلید نمبر ۳۹: ظہورِ قائم: قرآنِ حکیم نے ابتداءً اپنی مخصوص زبانِ حکمت میں یہ فرمایا تھا کہ دنیا میں قائم القیامت کا حجاب دار ظہور ہو گا، اس لئے کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ قائم تشریف لا چکے ہیں اور قیامت برپا ہو رہی ہے، جب کہ قیامت باطنی اور روحانی واقعہ ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید کا ارشاد ہے: ھل ینظرون الّا السّاعۃ ان تاتیھم بغتۃً وھم لا یشعرون (۴۳: ۶۶) کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر بیٹھے ہیں کہ اچانک ہی ان پر آجائے اور ان کو خبر تک نہ ہو۔ پس

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

حضرتِ قائم القیامت علیہ افضل التحیّۃ والسّلام کو کوئی نہیں پہچان سکتا، مگر پانچ حدود کے ذریعے سے، اور وہ یہ ہیں: اساس، امام، باب، حجّت، اور داعی۔

کلید نمبر ۴: خلافتِ صُغرای: اگر مومنین خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے مطابق نورِ ہدایت کی پیروی، ایمانِ کامل، اعمالِ صالحہ، اور نورانی عشق میں کامیاب ہو گئے، تو ربِّ کریم ان کو حسبِ وعدہ عالمِ شخصی کا خلیفہ بنائے گا (۲۴/۵۵) جس میں تمام مراتب جمع ہیں، یعنی وہ خلیفہ بھی ہیں، بادشاہ بھی (۵/۲۰) نور بھی (۵۷/۱۲) اور اصل کی کاپی بھی ہیں (۵۵/۲۷) کیونکہ خلافتِ الٰہیہ میں سب کچھ ہیں، یہ اگرچہ عالمِ شخصی کی بات ہوئی، لیکن یہ نفسِ کُلّ سے مل کر کُلّ کائنات پر محیط ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے خلافتِ عُظمیٰ سے متعلّق ہو جاتے ہیں، وَمَا توفیقی اِلّا باللہِ ط

نصیرُالدّین نصیرؔ ہونزائی،
کراچی
جمعرات، ۳ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
۹ جنوری ۱۹۹۲ء

تاریخی تحفہ

۱۔ یہ حقیقت مرتبۂ ازل اور گنجِ عقل کے عظیم اسرار میں سے ہے کہ تمام انسان سرچشمۂ روح میں ایک تھے، اب بھی عالمِ عُلوی میں ایک ہیں، اور کثرتِ اجسام سے فارغ ہو جانے کے بعد بھی ارواح کی یہی یکجائی اور وحدت سامنے آئے گی، مگر اس میں جیسے بے شمار لوگ جمع ہیں، ویسے بے حساب ظہورات ہوں گے، تاکہ وحدت و کثرت کے دونوں دریا ہمیشہ اس طرح متّصل بہتے رہیں کہ دونوں کا وجود اپنی اپنی جگہ قائم و باقی رہے، (قرآنِ پاک کے چار مقام پر اَلْبَحْرَین کی حکمت کو دیکھ لیں)۔

۲۔ عزیزانِ من! امامِ عالیمقام علیہ السّلام کی خواہش ہے کہ ہر دانشمند مرید قرآنی حکمت کی طرف بھرپور توجّہ دے، اس سلسلے میں میری ایک عاجزانہ گزارش یہ ہے کہ آپ قرآنِ حکیم کو بہت سے طریقوں سے پڑھیں، اور حصولِ حکمت کے لئے اس کے کلّیّات کو سمجھنا بے حد

ضروری ہے، مثال کے طور پر تسخیرِ کائنات و موجودات کے موضوع کو لے کر دیکھیں کہ اس میں سب سے بڑا کُلیّہ کونسا ہے، شاید آپ میں سے جن کے پاس زیادہ علم ہو، وہ یہ بتائیں گے کہ اِس مضمون پر کُل ۲۱ آیات ہیں، اور ان میں سب سے بڑا کُلیّہ وہ ہے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے: اور اسی نے وہ سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں (۴۵/۱۳)۔

۳۔ ارشادِ ربّانی کی حکمت یہ ہے کہ سماواتِ عقلِ کُل اور ارضِ نفسِ کُلّ میں جو کچھ ہے وہ سب تم میں سے ہر ایک کے لئے مسخر کیا گیا ہے، اور اس قانون سے کوئی چیز، کوئی طاقت اور کوئی نعمت باہر نہیں، جبکہ عقلِ کُلّ، نفسِ کُلّ، اور دوسرے تمام درجات اس تسخیر میں شامل ہیں، اس کا مطلب یہ ہُوا کہ خداوندِ تعالیٰ ہر کامیاب مومن کو اپنی اُس خلافتِ عالیہ سے سرفراز کر دینا چاہتا ہے، جس سے حضرتِ آدم علیہ السّلام کو سربلند فرمایا تھا، مگر یہ عظیم کائناتی سلطنت روحانیت اور بہشت میں حاصل ہو سکتی ہے۔

۴۔ ہر شخص دین میں خوشخبری کی باتیں تو سنتا رہتا ہے، لیکن درحقیقت علم و حکمت ہی کی روشنی میں بہشت کی ذاتی بشارت کسی کے لئے روشن اور یقینی ہو سکتی ہے، جس کے تین درجے ہیں: علم الیقین، عین الیقین، اور حقّ الیقین، آپ پہلے پہل درجۂ

علم الیقین پر دینی اور روحانی بشارتوں کا مکمّل اطمینان حاصل کرلیں، پھر ان شاء اللہ، دیدۂ باطن کے کھل جانے سے اور روحانی معجزات کے مُشاہدے سے مرتبۂ عین الیقین کی عملی خوشخبری ملے گی، ورنہ اجتماعی اور قولی بشارت میں کسی نافرمان اور لاعلم شخص کو یہ گمان اور قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اسی کے لئے ہے، پس یاد رہے کہ دُنیا میں دوستانِ خدا کو آخری عملی مُژدہ مرتبۂ حق الیقین پر ملتا ہے۔

۵۔ قرآنِ حکیم کا خطاب نہ صرف زمانۂ نبوّت ہی کے مومنین سے ہے، بلکہ یہ آئندہ مسلمانوں کے لئے بھی ہے، چنانچہ آپ اس حکم میں غور کریں: اور ہم تم کو آزمائیں گے کبھی خوف سے، کبھی بھوک سے، کبھی مال میں نقصان سے، کبھی جان کے نقصان سے، اور کبھی پھلوں میں نقصان سے، اے نبیؐ! تم بشارت سنا دو صابرین کو (۲/۱۵۵) اس ارشاد کا یہ مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ اب اِس وقت یا آئندہ جب اللہ کسی مومن کو ہر مُصیبت میں آزمائے، اور وہ بندہ اس پر صبر کرے، تو تب اس کو پیغمبرِ اکرمؐ کی طرف سے تین مقامات کی عملی تہنیّت ملے گی، اور اس سے پہلے ذاتی خوشخبری نہیں، پس معلوم ہُوا کہ خوشخبری ایک عملی حقیقت ہُوا کرتی ہے، یعنی نیک کاموں کے بعد ہی کسی مومن کو بشارت دی جاتی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی حکمت میں سوچنے کی اعلیٰ ہمّت اور توفیق عطا فرمائے! ورنہ بڑی آسان بات بھی شدید مشکل ہو سکتی ہے، اور اس کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔

۷۔ خوب غور اور بڑی ذمّہ داری سے سُن لیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ صرف اپنی عقلِ کامل اور روحِ اقدس ہی سے نورِ ہدایت تھے، بلکہ جسمِ اطہر سے بھی نور تھے، کیونکہ اہلِ بصیرت کے سامنے آپؐ کی پاک و پاکیزہ شخصیت کے ہر قول و فعل سے نورِ ہدایت کی ضیا پاشی ہوتی تھی، چنانچہ آنحضرتؐ اپنے نور کے باطنی پہلو (یعنی عقل و روح) کے اعتبار سے خدا کے نزدیک تھے، اور نور کے ظاہری پہلو (شخصیت) کے لحاظ سے لوگوں کے پاس آئے، اور قد جاءکم من اللہ نور (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے... ۱۵/۵) کی حکمت یہی ہے، یعنی اس آیۂ کریمہ میں حضورِ انورؐ کی مبارک شخصیت کا ذکر ہے، پس یہ پاک نور بحکمِ "نورٌ علیٰ نور" دَورِ نبوّت کے اختتام پر اشخاصِ امامت کے سلسلے میں منتقل ہوگیا، اور آج الحمد للہ یہ نورِ مُنَزّل امامِ حیّ و حاضر صلوات اللہ علیہ میں جلوہ گر ہے۔

۸۔ المعجم الصّوفی ص ۱۲۵۸ پر درج ہے: اِنَّ اللّٰہَ خلق مِائَۃَ اَلفَ آدم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدموں کو پیدا

کیا ہے۔ اگر یہ قول احادیثِ صحیحہ میں سے ہے تو اس میں ایک بڑے دَور کی بات ہو سکتی ہے، کیونکہ تصوّرِ آفرینش یہی درست ثابت ہُوا ہے کہ خُدا کے فعلِ خالقیت کسی ابتدا و انتہا کے بغیر ہمیشہ جاری ہے، لہٰذا بے پایاں ادوار میں ایسے لاتعداد آدموں کا سلسلہ چلتا رہا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

۹۔ سیّدنا جعفر بن منصورِ یمن فرماتے ہیں کہ آدم کسی شخص کا ذاتی نام نہیں بلکہ یہ خدا کی جانب سے ایک دینی لقب ہے، جو ہر ناطق کے لئے اس کے وقت میں اور ہر امام کے لئے اس کے عصر میں استعمال ہوتا ہے، موصوف سیّدنا کی کتاب سرائر کے مطابق اس دَورِ اعظم کا آدمؑ، جس کا ذاتی نام تخوم بن بجلاح بن قوامة بن ورقة الرّویادی تھا، سراندیب (سیلون) کے مضافات میں سے جزیرۂ بوران کے شہر سُوباط میں پیدا ہوا، قدیم ترین تاریخ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ تخوم کا ایک اور نام یا لقب عبداللہ بھی تھا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے ہر پیغمبر میں درجۂ کمال کی نیک عادات ہُوا کرتی ہیں، اور قرآنِ کریم میں ان کا ذکرِ جمیل اس مقصد کے پیشِ نظر فرمایا گیا ہے کہ اس سے نیک بخت مومنین بھرپور فائدہ اُٹھائیں، چُنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تذکرہ ہے کہ آپؑ بڑے نرم دل اور بے حد ہمدرد تھے، آپؑ بہت گریہ وزاری کرتے اور آہیں بھرتے تھے، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے: اِنَّ ابراھیمَ

لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (۹/۱۱۴) بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والا اور متحمل تھا۔ نیز سورۂ ھود (۱۱/۷۵) میں ہے: بے شک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں کرنے والا اور رجوع کرنے والا تھا۔

۱۱۔ علم بہت بڑی دولت ہے، جس کا ایک بہت چھوٹا سا حصّہ کسی بدنصیب انسان کو مست و مغرور بنا سکتا ہے، لہٰذا قرآنی حکمت کا یہ اشارہ ہے کہ اہلِ علم حضرات اور درویش صفت مومنین غرور کی مہلک بیماری سے بچنے کی خاطر خدا کے حضور گریہ و زاری کریں، مگر انتہائی ادب اور بڑی عاجزی سے یہ عمل ہونا چاہئے، کیونکہ کوئی بھی گستاخانہ آواز اور حرکت اللہ کو پسند نہیں، سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں دیکھئے، یہ کون حضرات ہیں، جن کو نزولِ قرآن سے پہلے ہی علم دیا گیا ہے؟ پھر وہ کیوں روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گرتے ہیں؟ کوئی دانشمند اس کا جوابِ باصواب اس طرح دے گا:۔

۱۲۔ چونکہ اسلام میں باادب، خاموش، یا کم آواز گریہ و زاری چوٹی کی عبادت ہے، لہٰذا اس میں ایسے اعلیٰ معانی پوشیدہ ہوا کرتے ہیں، جیسے: استغفار، عبادت کی کمی، توبہ، رجوع، پناہ بخدا، طلبِ رحمت، محویّت، فنائیت، شکر گزاری، نعمت شناسی، شوقِ دیدار، خوفِ الٰہی، عاشقانہ عبادت، روحانی ترقی، دعائے خاص، مناجات، سب کے لئے دُعا، وغیرہ، جس طرح کوئی طفلِ

شیرخوار مختلف اوقات میں جدا جدا ضرورتوں کی غرض سے صرف روتا رہتا ہے، اور الفاظ میں کچھ کہہ نہیں سکتا، تاہم مجموعی طور پر اس کے رونے میں بہت سے معنی کارفرما ہیں۔

۱۳۔ اے عزیزانِ من! اس مقالے میں جتنا حصّہ علم و حکمت کا ہے، وہ تو سب کے لئے ہے' اور جو نصیحت کی تلخ دوا اور اظہارِ تشکر کے سدا بہار پھول ہیں، وہ آپ کے لئے ہیں، نصیحت یہ ہے، جس کی کاپی نامدار کونسل کے ریکارڈ میں بھی رہے گی کہ:۔

الف : ہمارا مقصدِ اصلی علمی خدمت ہے۔

ب : ہمارے لئے عبادت کی بہترین جگہ جماعت خانہ ہے۔

ج : دن کو یا رات کو ادارے کی میٹنگ اور کامیابی کیلئے مناجات بھی ہوسکتی ہے۔

د : دعوتِ بقا میں جس طرح علمی باتوں کے علاوہ منقبت خوانی اور ذکر بھی ہوتا ہے، اسی طرح مگر بغیر خرچ اور آسان روحانی مجلس بھی مفید ہوسکتی ہے، تاہم آداب و قواعد کا پابند ہونا ضروری ہے، اس کے لئے ہر شخص مسئول اور جواب دہ ہوگا۔

ہ : ہر مقام پر عملدار دیکھا کریں کہ کوئی شخص یا اشخاص خانۂ حکمت کو غلط استعمال نہ کریں۔

۱۴۔ اور وہ سدا بہار پھول یہ ہیں کہ آپ بڑی سعادت مندی سے صحراؤں اور بیابانوں میں باغ و چمن لگا رہے ہیں، یہ کتابیں

تیار کرنے اور علم پھیلانے کی مثال ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہاں جو عمدہ سے عمدہ کام ہو رہا ہے، وہ آپ سب کے تعاون سے اور ادارے کی صورت میں ہو رہا ہے؟ کیا آپ کو باور نہیں کہ میں آپ میں سے ہر فرد کو اپنی جان ہی کی طرح عزیز رکھتا ہوں، اور شاگردوں کو "عزیزان" کے پیارے نام سے یاد کرتا ہوں؟ کیونکہ آپ سب اس علمی درخت کی مضبوط جڑیں ہیں، پیارے ساتھیو! یہ قوّتِ خیال ہر شخص کے لئے اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ میں عالمِ خیال میں گاہ و بیگاہ مسگار کی مقدّس محفلوں کو دیکھتا ہوں، اور پاکیزہ روحوں کو خدا و رسولؐ اور امامؑ کے عشق میں سرشار پا کر بے حد شادمان ہو جاتا ہوں، تمام ایسی مجالس کا تصوّر، جو جگہ جگہ ہوتی رہتی ہیں، کیسے نہ کروں، اور اُن مبارک چہروں کو کس طرح فراموش کروں، جن پہ رحمتِ خداوندی کی بارش برس رہی تھی!

۱۵۔ میں دُنیا کے تمام مومنین کو جان و دل سے چاہتا ہوں، خصوصاً ان پیاری پیاری روحوں کو، جو پیشقدمی کر کے میری نظم و نثر کے خزائنِ دُرّ و مرجان کو لُوٹتی رہتی ہیں، اِس خوانِ یغما کے لے جانے میں عزیزان بھی ہیں، اور دوست بھی، رشتہ دار بھی ہیں، اور اہلِ زمانہ بھی، الحمد للہ۔

۱۶۔ ہر چیز کے وجود میں آنے اور قائم ہو جانے کے لئے ابتدائی قوتیں از حد ضروری ہوتی ہیں، چنانچہ خداوندِ قدّوس کے فضل و کرم

سے شمالی علاقہ جات میں میرے لئے شروع ہی سے وسیلۂ دوستان پیدا ہوا ہے، احباب نہ صرف خانۂ حکمت ہی میں ہیں، بلکہ اِس سے باہر بھی ہیں۔

۱۷۔ شمالی علاقہ جات میں خانۂ حکمت کی یہ برانچز ہیں (۱) مسگار برانچ (۲) التت، اور کریم آباد برانچ (۳) حیدر آباد اور علی آباد برانچ (۴) مرتضیٰ آباد برانچ (۵) گلگت برانچ، جس میں اوشی کھنداس اور نومل کے حلقے بھی شامل ہیں، ان شاخوں میں ہمارے بہت ہی پیارے عملداران اور اراکین بڑی سرگرمی اور لگن سے کام کر رہے ہیں، علاوہ برآن گلگت میں ادارۂ عارف اور بروشسکی ریسرچ اکیڈمی بھی ہیں، جن کے عہدہ داران وارکان کئی کئی حیثیتوں میں کام کر رہے ہیں، الغرض ادارہ ہو یا اس سے باہر، ہمارے روحانی باپ کے بچوں میں سے ایسی ایسی نیک بخت اور پاکیزہ روحیں بھی ہیں، جن کو ہم عالمِ شخصی کے فرشتے قرار دے کر بے حد شادمان ہو جاتے ہیں۔

۱۸۔ خداوندِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مناسب وقت پر خانۂ حکمت کی برانچ اسلام آباد میں بھی قائم ہوئی، چونکہ یہ مقام ہمارے ملک کا مرکز ہے، اور یہاں اعلیٰ سطح کے لوگ رہتے ہیں، اس لئے ہماری برانچ کو بڑے بڑے لوگوں کی حمایت حاصل ہے، جن میں ڈاکٹرز، پروفیسرز، انجینئرز، جماعتی عملداران، وغیرہ شامل ہیں، پس امیدِ واثق ہے کہ ہماری اس شاخ کی بہت جلد ترقی ہو گی۔

۱۹۔ کراچی میں خانۂ حکمت اور ادارۂ عارف کا مرکز ہے، ہاں مرکز تو ہے ہی، لیکن کوئی جداگانہ دفتر نہیں، تاہم سُنئے رحمتِ خداوندی اور علم سے عشق ہونے کی بات کہ یہاں ہر عملدار کا گھر اپنی نوعیت کا دفتر ہے، اور ایسے دفتر اور سٹور تقریباً نَو ہیں، جن میں دفتر کے ضروری سامان کے علاوہ کتابوں کے ذخائر رکھے ہوئے ہیں، اگر ہمارے یہ رُفقائے کار درویش صفت اور مولائے پاک کے نورِ علم کے عاشق نہ ہوتے، تو اپنے صاف ستھرے گھروں کو سٹور جیسے نہ ہونے دیتے، لیکن میں سچ کہہ رہا ہوں، کہ ہمارے تمام عزیزوں کو علم سے شدید محبّت یعنی عشق ہے، کیوں نہ ہو جبکہ علم امامِ اقدس واطہرؑ کا نورِ منتشر ہے، جیسا کہ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ ہر عزیز مقالۂ نَو اور نئی کتاب کو بھرپور عقیدت و محبّت سے چُومتا ہے، اور احتراماً آنکھوں سے لگا لیتا ہے۔

۲۰۔ مرکز کی دیگر شاخوں کی طرح کراچی شہر میں بھی خانۂ حکمت کی دو برانچ ہیں، ایک "شاہ بی بی برانچ" اور دوسری کریم آباد برانچ۔ "شاہ بی بی برانچ" ہیڈ مسٹریس شاہ بی بی کی تحویل میں ہے، آپ ہمارے ادارے کی ایک بہت سینیئر رکن اور ایک ایڈوائزر ہیں، ان کی انسانی اور ایمانی خوبیوں کی وجہ سے سب عزّت کرتے ہیں، وہ گویا زمین پر ایک فرشتہ ہیں، پروردگارِ عالم ان کو دو جہان کی کامیابی اور سربلندی عنایت فرمائے!

۲۱۔ کریم آباد برانچ پر خدا کی طرف سے رحمت و علم کی بارش برس رہی ہے، اس لئے یقین آتا ہے کہ اس خوش نصیب برانچ کی بہت ترقی ہوگی، اس میں ہمارے ہیڈ آفس کی بھی بہت بڑی سعادت ہے کہ کریم آباد برانچ میں بہت کام ہو رہا ہے، خوشی کی بات تو یہ ہے کہ سبھی روحانی تائید پر یقین رکھتے ہیں، اس لئے یہ اکثر اوقات ذکر و عبادت اور گریہ و زاری سے عقل و روح کی قوتیں حاصل کرتے ہیں۔

۲۲۔ ہمیں نعمت شناسی کے بہت سارے آنسو بہاتے ہوئے اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہوئے عاجزانہ سجدۂ شکر گزاری بجالانا چاہئے کہ خداوندِ عالم کے فضل و کرم سے ہمارے ادارے میں کئی بدنی ڈاکٹرز بھی ہیں، جن میں سے بعض علم دوست اور فرشتہ صفت ڈاکٹروں نے اپنے اپنے کلینک کا نام اپنے علمی استاد کے نام پر رکھا ہے، اور وہ میڈیکل ایڈوائزرز بھی ہیں، یعنی محترم ڈاکٹر رفیق جنّت علی، جو خانۂ حکمت کے اعزازی سیکریٹری بھی ہیں، اور ان کی بیگم محترمہ ڈاکٹر شاہ سُلطانہ، اور محترمہ ڈاکٹر زرینہ اہلیۂ حسین (مرحوم)۔

۲۳۔ دراصل یہ مظہرِ نورِ خدا، ہادیٔ زمان، امامِ برحق صلوات اللہ علیہ کا علمی معجزہ ہے کہ ہماری کتابیں ایسی تیزی سے دُنیائے اسماعیلیت میں پھیل رہی ہیں، اب ان شاء اللہ تعالیٰ رُوس کی

جانب بھی جارہی ہیں، آپ نے یہ نویدِ جانفزا پہلے ہی سُنی ہو گی کہ مُولا اِن کتابوں سے اور اِس علمی خدمت سے بہت ہی راضی اور خوشنود ہیں، یہ میرا ایمان ہے کہ حاضر امام کی اِس خوشنودی میں تمام عمدہ سے عمدہ دعائیں جمع ہیں، پس ہمارے جملہ عزیزوں کو امامِ اقدس و اطہر علیہ السّلام کی پُرحکمت رضا اور خوشنودی مبارک ہو! ہزار بار مبارک ہو! لاکھ بار مبارک ہو! آمین!!

۲۴۔ آپ کو قرآنِ حکیم اور معرفت کی روشنی میں یہ نکتہ جاننا ہے کہ قولاً وَفعلاً رَبُّنَا اللّٰہ (۴۱/۳۰) کہنا ہے، اور اِستقامہ (۴۱/۳۰) کے معنی اختیاری قیامت کے ہیں، اور فرشتے جو مومنین کے اَولیاء (دوست، مددگار ۴۱/۳۱) ہیں، وہ آپ کی دو طرح سے مدد کرتے ہیں، آپ میں آکر، اور دوسرے مومنین میں جاکر، الحمدللہ یہی کچھ ہو رہا ہے، اور اس رحمتِ خداوندی کی سب سے نمایان مثال یعنی جسمانی فرشتے (۹۵/۲)، ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائیؒ، ان کی پاکیزہ سیرت بیگم رشیدہ (صمصام)، اور وہاں کے ہمارے جملہ عزیزان ہیں، یہ لنڈن کا روحانی اور علمی قصّہ ہے۔

۲۵۔ ادارۂ عارف کراچی کے صدر محمد عبدالعزیز آج کل امریکا میں ہیں، چیئر مین نورالدّین راجپاری اور چیف ایڈوائزر شمس الدّین جمعہ، ان تینوں عملداروں کی اور دوسرے تمام عزیزوں کی خواہش اور پُرخلوص دعوت پر میں پہلی بار امریکا گیا تھا، عجیب بات ہے

کہ وہاں کے عزیزان شوقِ ملاقات سے بیتاب تھے، جیسے بہت پہلے ہی سے ہم آپس میں یکجان اور کثیر قالب دوست ہو چکے ہوں، جی ہاں یہ حقیقت ہے، ان کے اس جذبۂ دینداری اور علم دوستی سے میں زبردست متاثر ہُوا، اور مجھے بے حد خوشی ہوئی، اور آگے سے آگے اِس روحانی خوشی میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ ان کی یادیں دل پر نقش اور ناقابلِ فراموش ہو گئیں، خدا کرے کہ یہ میٹھی میٹھی یادیں خاموش دعائیں ہو جائیں! اور ہر عزیز کے حق میں ایسا ہو! علم و ہنر اور امریکا جیسے عظیم ملک کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں کے عزیزان اس دورہ کے بارے میں ایک مکمل رپورٹ لکھیں کہ کن کن گھروں میں مجالس ہوئیں، اور دیگر ضروری احوال۔

۲۶۔ دو بہت سینئر لیڈی ممبرز ایسی خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے علم پھیلانے کے سلسلے میں نہ صرف امریکا ہی میں بلکہ قبلاً پاکستان میں بھی طویل اور بے شمار خدمات انجام دی ہیں، اس کا جزوی اور کُلّی اجر وصلہ تو خداوندِ عالم ہی عطا فرمائے گا، ہم صرف ان کی گرانمایہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے ناموں سے دو برانچز قائم کرتے ہیں: یاسمین نور علی برانچ (Y.N. BRANCH) اور ماہِ محل بدرالدّین برانچ (M.B. BRANCH) امید ہے کہ میرا یہ مشورہ تمام عزیزوں کو منظور ہوگا۔

۲۷۔ امریکا کے احباب کی اخلاقی جاذبیت اور ایمانی کشش

سے باہر نکل جانا اگرچہ بڑا مشکل کام تھا، تاہم طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ بندہ ایڈمنٹن (کنیڈا) گیا، تو وہاں بھی ہمارے دوست جامِ عشقِ مولا سے مست و مدہوش تھے، قربان جائیں علیؑ زمان کے جان نثار مریدوں سے کہ ہر جگہ فرشتوں کی طرح کام کر رہے ہیں، ادارۂ عارف کی ایڈمنٹن برانچ کے عملدار یہ ہیں: ڈاکٹر نوراللہ جمعہ چیئرمین، نیر یزہ کانجی سیکریٹری، اور نسیم جمعہ ایڈوائزر، ان شاء اللہ وہ عزیزان پروگرام کے مطابق اپنا کام کرتے رہیں گے، اور ان کی بہت ترقّی ہوگی۔

۲۸۔ فرانس میں ہمارے عزیز امام داد کریم بہت ہی ضروری امور کو انجام دے رہے ہیں، ان کا ایمان پہاڑ کی طرح مضبوط ہے، وہ علم کی روشنی پھیلانے میں حکمتی مدد کر رہے ہیں، پروردگار ان کو دونوں جہان کی عزّت و آبرو عنایت فرمائے!

۲۹۔ جس طرح بفضلِ خدا ہر کامیاب دَورہ کے بعد مجھے کراچی آنا پڑتا ہے، اسی طرح اس تحریر میں بھی آخراً کراچی میں واپس ہو کر یہاں کے تمام عزیزوں کو پُر خلوص سلام کرتا ہوں، اور ان کی انمول خدمات پر دل و جان سے مبارک باد دیتا ہوں، یعنی صدر فتح علی حبیب، نائب صدر نصراللہ قمرالدّین، صدر محمّد عبدالعزیز، نائب صدر محیّ الدّین شاہ صوفی، اعزازی سیکریٹری ڈاکٹر رفیق جنّت علی، جائنٹ سیکریٹری الامین، اور ان سب کی بیگمات، نیز چیف

ایڈوائزر رخان محمّد، اور دوسرے تمام عہدہ داران وارکان کو بعد از سلام عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ خدائے رحمان ورحیم ان کو اور شرق وغرب کے جملہ عزیزوں کو ہر نیک کام میں تائیدِ روحانی اور علمی خدمت میں کامیابی عطا فرمائے! آمین یاربّ العٰلمین!!

نصیرُالدّین نصیرؔ ہونزائیؒ، کراچی۔
اتوار، ۴ ربیع الثّانی ۱۴۱۲ھ
۱۳، اکتوبر ۱۹۹۱ء

ISW
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

سپاسنامہ

بخدمتِ جناب علاّمہ نصیرُالدّین نصیرؔ ہونزائیؔ صاحب

بر موقع

واپسی از امریکہ، ماہِ اگست ۱۹۹۱ء

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

مُشک آنست کہ خود ببوید۔ نہ آنکہ عطّار بگوید

کستوری وہ ہے جو خود ہی خوشبو پھیلا کر اپنی پہچان کراتی ہے، یہ ایسی چیز نہیں کہ جسے عطّار کے تعارف کی حاجت ہو، اس مثال سے کہیں بڑھ کر ہمارے بزرگوار استاد علّامہ نصیرالدّین نصیرؔ ہونزائیؔ صاحب کی شخصیّت ہے، جو ہرگز کسی تعارف کی محتاج نہیں، پھر بھی اگر ہم خلوص و محبّت کی وجہ سے آپ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہیں، تو موصوف کی ہستی کے پہلو ارفع و اعلیٰ اور غیر محدود ہیں، درحالے کہ ہماری سوچ کی پرواز نہایت ہی محدود ہے، تاہم جس طرح طفلِ نَوآموز جب ماں باپ کی محبّت سے بے قابو ہو کر

ٹوٹے پھوٹے لفظوں کے سہارے سے باتیں کرتا ہے، تو ایسے میں اُس بچّے کے والدین پھُولے نہیں سماتے، اور بسا اوقات خوشی اور شادمانی سے ایسی اولاد کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔

صاحب! ہم سب آپ کے شاگرد، جو امریکہ میں رہتے ہیں، سچ مچ علمی اطفال ہیں، لیکن اس کے باوجود اس خواہش سے بیتاب ہیں کہ ہمارے قلوب میں آپ کے لئے جیسا جذبۂ عقیدت و محبّت ہے، اور جس طرح ہم آپ کے احسان مند و ممنون ہیں، اس کا اظہارِ بیان کریں، تاہم کوششِ بسیار کے باوصف ہم الفاظ و معانی کی تنگ دامنی کے سبب سے اپنے دلی جذبات کو احاطۂ تحریر میں لانے سے عاجز ہیں۔

جنابِ عالی! جو لوگ آپ کی شخصیّت سے واقف و آگاہ ہیں، وہ ہرگز اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے، کہ آپ کے پاکیزہ دل میں امامِ عالیمقام صلوات اللہ علیہ کا جو دریائے علم موجزن ہے وہ دُنیاوی اور اکتسابی نہیں، بلکہ وہ عطائے ربّانی سے ہے، اس لئے اسے عطائی اور لَدُنّی کہا جاتا ہے، جس کی خاطر یقیناً آپ نے بے شمار مصائب و آلام کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا، یہاں تک کہ آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی دیکھیں، آپ کو بارہا نظر بند کیا گیا، آپ کے ساتھ اکثر بڑے لوگوں نے ہمیشہ مخالفت اور دُشمنی کی، آپ بعض دفعہ ایسے شدید مشکل حالات سے بھی گزرے

کہ بس ایسے میں موت ہی موت نظر آتی تھی، آخر یہ سب کچھ کیوں؟ اور آپ کا کیا قصور تھا؟ بس یہی کہ آپ حق کی حمایت کیوں کر رہے تھے؟ اور کیوں اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ علم کی روشنی پھیلائیں؟

ان تمام نامساعد حالات میں آپ نے عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے خُدا پر توکّل کیا، کیونکہ آپ عشقِ مولا سے سرشار ہو کر اپنی ہستی کو فنا یا قربان کر دینے کے آرزومند تھے، اسی وجہ سے گاہ و بیگاہ امامِ برحق ؑ کے نورانی دیدار کی چاہت میں مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپتے رہتے، بالآخر سرکارِ عالی وقار کی دعائے برکات سے رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی، اور آپ کو گنجینہ ہائے عرفان سے مالا مال کیا گیا، اور اس وقت سے لے کر آج تک آپ نے میدانِ علم و حکمت میں ایسے ایسے نقوشِ جاویدان ثبت کر دیئے ہیں، جن کی درخشانی و تابانی رہتی دنیا تک برقرار رہے گی، یعنی یہ جو آپ کے علم و حکمت کے سدا بہار چمنستان اور باغات ہیں، ان کے مہکتے ہوئے پھول اور پُر لذّت پھل ہمیشہ کون و مکان میں پھیلتے رہیں گے۔

جنابِ والا! آپ کی انتہائی گرانقدر علمی کاوشوں اور خدمات سے خاوران (مشرق و مغرب) میں لاتعداد اہلِ ایمان، سکالرز، اور علم جُو (طالبان) مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں، آپ نے جس شان سے حقیقی علم کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا ہے، اس کی مثال کے لئے ڈائمنڈ کا عمل کیا خوب ہے کہ جب اس سے روشنی کی لہر

گزرنے لگتی ہے، تو ڈائمنڈ اپنی خاصیت سے ایک ہی رنگ کی روشنی کو مختلف الوان اور نوع بنوع رنگوں میں تقسیم کرتا ہے، چنانچہ اُستاذِ مکرّم کا طُغرائے امتیاز بھی ایسا ہی ہے کہ آپ نے علمِ روحانی کو مختلف النّوع حیثیتوں میں پیش کیا ہے، جیسے آپ کے روحانی علم پر مبنی پیاری پیاری کتابوں میں اچھوتے، نرالے اور اعلیٰ موضوعات کی گوناگونی اور رنگارنگی کا پُربہار اور دلکش منظر دکھائی دیتا ہے، اسی طرح ایک ہزار سے زاید آڈیو کیسیٹوں کا پُرمغز ذخیرہ علمی عجائب و غرائب کا بہت بڑا خزانہ ہے، اس کے علاوہ تقریباً سو نقوشِ حکمت ہیں، ان میں سے ہر نقشہ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ علّامہ صاحب ہی کا خاصہ ہے کہ کوزہ میں دریا کو بند کیا ہے، مزید برآں آپ کی پُرحکمت نظموں کا خزانہ ہے، جو روحانی مشاہدات و تجربات کے عرفانی بھیدوں سے بھرا ہُوا ہے۔

آپ کے کلام (حصّۂ نظم) کو مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں امامِ زمان صلوات اللہ علیہ نے گنان کا مرتبہ مرحمت فرمایا، یہ کلام بُروشسکی، فارسی، اُردو اور شرقی ترکی میں ہے، شمالی علاقہ جات کے جماعتخانوں میں جب استادِ معظّم کا کلام پڑھا جاتا ہے، تو اس میں نورِ امامت کے عشق کی جو مقدّس روح ہے، اس کے زیرِ اثر عاشقانِ مولا پر مستی، مسرّت، وجد، محویّت، فنائیّت، مشاہدہ، اور گریہ وزاری جیسی روحانی کیفیّات گزرتی ہیں۔

یہ روحانی اور علمی نعمتیں جو لازوال اور غیر فانی ہیں، ہمارے لئے میسّر آئی ہیں، اور ہر اُس مومنِ صادق کے لئے ہیں، جو چراغِ امامت کا پروانہ ہو، جو دیدارِ باطن کا طالب اور شیدائی ہو، اور جس خوش نصیب مومن کو گنجِ معرفت کی طلب ہو۔

علّامۂ موصوف نے جن خاص الخاص موضوعات پر روشنی ڈالی ہے، ان میں سے چند نمونے یہ ہیں: قرآنیات، اسلامیات، توحید، نبوّت، امامت، آسمانی محبّت، طریقۂ اسماعیلیت، تقویٰ، ذکر و عبادت، گریہ وزاری، اِطاعت، نور، روح، تصوّف، حکمت، باطنیّت، خدا کی ہر چیز (عرش، کُرسی، قلم، لوح، وغیرہ) زندہ ہے، سُنّتِ الٰہی، مطالعۂ قدرت، علمِ حدودِ دین، علم الاشارات، علم الاعداد، علمِ التّاویلات، علمِ الاسرار، علمِ نقوش (ڈایاگرامز) اسرارِ انبیاء وائمّہ، یک حقیقت، عالمِ خیال، عالمِ خواب، عالمِ ذرّ، عالمِ شخصی، حکمتِ تشبیہ، انائے سِفلی، انائے عُلوی، قیامت، اِبداع وانبعاث، تخلیق در تخلیق، ازل وابد، لامکان ودھر، انسان، وحدتِ انسانی، اُڑن طشتریاں، جسمِ لطیف، روحانی مشقیں، قصّۂ معجزات، روحانی خوشبوئیں، روحانی سائنس، مذہب اور سائنس، علاج، زندہ بہشت، سوال وجواب، روح اور مادّہ، دائرے، لا ابتدا اور لا انتہا، وغیرہ وغیرہ۔

آج کے اِس دگرگون زمانے میں مذہب سے متعلّق ایسے

پیچیدہ سوالات سامنے آتے ہیں کہ جن سے عقل سرِ بگر بیان رہ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مذاہبِ عالم کے عُلماء نہایت مضطرب و پریشان ہیں، اس پر سِتم یہ کہ دُنیا کی آبادی کا بیشتر حصّہ مادّیت کی یلغار سے خائف ہوکر زندگی کے مادّی پہلو کو سب کچھ سمجھنے لگا ہے، ایسے میں بزرگوار استاد علم وحکمت کے اسلحہ سے لیس ہوکر ہمہ وقت مُستعد ہیں، تاکہ ہرگونہ سوال کا جواب دے کر دین وایمان اور عقیدۂ روحانیّت کا دِفاع کیا جائے۔

مذہب، فلسفہ، سائنس، وغیرہ، الغرض کسی بھی موضوع سے سوال ہو، آپ بلا تاخیر اس کا نہایت تسلّی بخش جواب مُہیّا کر دیتے ہیں، باآنکہ بسا اوقات ہم کم علمی سے غیر منطقی اور مُبہم سوالات بھی کرتے ہیں، لیکن آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور مہر وشفقت کے ساتھ عُقدہ کشائی فرماتے ہیں، آپ کی تقریر و تحریر کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس کے مطالب صاف وصریح، تضادات سے پاک، اور علم وحکمت سے آراستہ و پیراستہ ہوا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ دلائل و براہین تسکین بخش و خاطر نشین ہُوا کرتے ہیں، کہ جس میں کوئی شائبہ نہیں ہوتا، جیسا کہ کہا گیا ہے:

این سعادت بزورِ بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یعنی یہ نیک بختی قوّتِ بازو سے حاصل نہیں کی جا سکتی، جب تک کہ خداوندِ مہربان کسی کو عطا نہ کرے۔

آخراً عالیجناب ہم سب آپ کے عزیز شاگرد جو امریکا میں رہتے ہیں تہِ دل سے ممنون و شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی مصروفیات کی کثرت کے باوجود اور اس سے بڑھ کر کہن سالی کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال کر ہماری ناچیز دعوت کو شرفِ قبولیت بخشا، اور ہمیں اپنی ہمنشینی کی سعادت سے نوازا، اب ہم چشمِ پُرنم کے ساتھ اپنے قلبی احساسات کی ترجمانی کے لئے مولائے رومی کی اس رباعی کا سہارا لیتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

نی ماہی ازان آبِ روان سیر شود　　نی آبِ روان زماہیان سیر شود
نی عاشق ازان جانِ جہان سیر شود　　نی جانِ جہان زعاشقان تنگ آید

ترجمہ: نہ کبھی بہتا پانی مچھلیوں سے رنجیدہ ہو جاتا ہے، نہ کسی وقت مچھلیوں کا جی اس آبِ روان سے بھر جاتا ہے، نہ تو حقیقی معشوق عاشقوں سے بیزار ہو جاتا ہے، اور نہ ہی عاشقوں کو کسی حال میں محبوب کے دیدار سے سیر چشمی ہو جاتی ہے۔

اُستادِ معظم! واللہ، ہم بھی جان و دل سے آپ کو چاہتے ہیں، اور آپ کے شیدائی ہیں، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی ملاقات اور علمی مجلس سے سیر ہو جائیں، ہم تو دائم الوقت آپ کی عرفانی صحبت میں رہنا چاہتے ہیں، مگر ہماری ایسی بڑی خوش بختی کہاں! پھر بھی ہم باادب دست بستہ خواستگار ہیں کہ براہِ کرم آپ بہت جلد دوبارہ ہمارے درمیان تشریف لائیں اور ہماری تشنہ لب

روحوں کو علمِ امامؑ کے آبِ زُلال سے سیراب فرمائیں۔

پروردگارِ عالم کی بارگاہِ عالی میں ہم سب بصد عاجزی دُعا کرتے ہیں کہ جس طرح اُس مسبّب الاسباب نے آپ کو علمِ روحانی کے بے پایان خزانوں سے مالامال فرمایا ہے، اور جیسے ہمہ رس علمی خدمت کے زرّین مواقع عنایت کر دئے ہیں، اسی طرح وہ مہربان آپ کی زندگی بھر کی تمام خدمات کو قبول فرمائے! اور دونوں جہان کی سُرخروئی و سرفرازی عطا فرمائے! آمین! یا ربّ العالمین!

ازطرفِ اراکینِ ادارۂ عارف امریکا

۱۸؍ اگست ۱۹۹۱ء

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

الوداعی پیغام

بزرگوار و عالی وقار استاذ! آپ نے جس شان سے بذریعۂ علمِ امامت، جس میں روشنی ہی روشنی ہے، ہمارے تاریک دلوں کو منوّر کر دیا، اور جیسے آپ کے روشن دلائل سے ہمیں اپنے پاک مذہب کے باطنی جوہر کا علم ہُوا، ان تمام اعلیٰ نعمتوں کا رسمی شکریہ تو ہم مختصر الفاظ میں ادا کر سکتے ہیں، لیکن حقیقی معنوں میں انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے، چُنانچہ اِس اعتراف کے ساتھ ہم آپ کے جُملہ عزیزان جو ”اِدارۂ عارف امریکا“ سے وابستہ ہیں، آپ کی مہربانیوں اور نوازشوں کے لئے سرِ تعظیم خم کرتے ہوئے شکریہ ادا کرتے ہیں، اور سپاس گزار ہیں۔

صاحب! جب پہلی مرتبہ آپ سے ہماری ملاقات ہُوئی تو ہمارے دلوں سے مجموعاً یہ صدا بلند ہُوئی: چشمِ ما روشن، دلِ ما شاد آپ کی تشریف آوری سے ہماری آنکھیں روشن ہُوئیں، اور

ہمارے دل خوشی و شادمانی سے معمور ہُوئے) اب جب کہ آپ ہمارے درمیان سے تشریف لے جا رہے ہیں، تو حالت و کیفیّت اس کے برعکس ہے، وہ یہ کہ سچ مچ اس وقت ہماری آنکھیں تاریک اور دل افسردہ ہو رہے ہیں، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اجازت ہو تو میں آپ سے عاجزانہ گزارش کروں کہ آپ فی الحال یقیناً ہم ایسے سبزۂ نَوخاستہ کو چھوڑ کر جانے والے تو ہیں، لیکن خدارا! ہم سقیم الحال اور اُفتادۂ راہ ہیں، ہمیں آپ کے اُس خاص علم کی بے حد ضرورت ہے، جو امامِ عالیمقام[۴] سے ملا ہے، آپ کا حالیہ دورۂ امریکا دراصل سلسلۂ ملاقات کے لئے ایک مستحکم اور مفید بنیاد ثابت ہُوا، پس ہم بہت ہی آرزومند ہیں اور امیدِ قوی رکھتے ہیں کہ اِن شاء اللہ آپ سالِ آئندہ بھی اسی طرح یہاں تشریف فرما ہوں گے، اور ہم تو ابھی سے آپ کے آنے کا دلکش تصوّر کرتے رہیں گے۔

استادِ مکرّم! جب آپ واپس پاکستان جائیں تو اُس وقت ہماری طرف سے تمام عزیز ساتھیوں کو سلام و دعا اور عقیدت و محبّت کا پیغام دیجئے گا، کتنی بڑی سعادت ہے کہ وہ ارضی فرشتے عرصۂ دراز سے آپ کی علمی مجلس میں رہتے آئے ہیں، اور خدمت میں بھی وہ بہت سینیئر ہیں، چُنانچہ ہم اُن سب کے جذبۂ خدمت کو دل و جان سے سلام کرتے ہیں، کاش! ہمیں ان کی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا، تو ہم بڑے شوق سے ان کی دست بوسی کرتے،

ان شاء اللہ، وہ دن بھی دور نہیں، جس میں ہم سب یکجا ہو کر سب سے بڑی فتح مندی اور کامیابی کی عید منائیں گے، آمین!

استادِ محترم! اگر ہم آپ کی بابرکت زندگی پر غور و فکر کریں، تو بڑا تعجّب ہوگا کہ آپ نے روحانی ترقّی اور دینی خدمت کی خاطر کیسی کیسی شدید مشقّتیں اٹھائی ہیں، کن کن ممالک کا سفر کیا ہے، اور آج تک آپ کے دور دراز دَورے جاری ہیں، حالانکہ آپ کی عمرِ شریف اس وقت تقریباً ۷۶ (چھہتّر) برس کی ہے، ہمیں لنڈن کے احباب کی نیک بختی پر رشک آتا ہے کہ شاید حسنِ کارکردگی کی کشش سے آپ اکثر ان حضرات کے پاس جاتے رہے ہیں، ہم آخر میں دست بستہ معذرت خواہ ہیں کہ شاید آپ کے طعام و قیام کا شایانِ شان انتظام ہم سے نہ ہو سکا، ہم اپنی ہر غلطی اور کوتاہی پر آپ ایسے عظیم درویش سے معافی چاہتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ آپ کی درویشانہ دعا کے لئے بھی درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے خاص خاص اوقات میں ہماری دینی اور دنیوی صلاح و فلاح کے حق میں دُعا فرماتے رہیں، آمین!

از طرفِ خاکسارانِ
ادارۂ عارف امریکا
۱۸ اگست ۱۹۹۱ء

Table of Contents

فہرست تصانیفِ علامہ نصیرالدّین نصیرؔ ہونزائی

نمبر شمار	اسمائے کتب	نظم/نثر
	اردو	
۱۔	آٹھ سوال کے جواب	نثر
۲۔	امام شناسی I	نثر
۳۔	امام شناسی II	نثر
۴۔	امام شناسی III	نثر
۵۔	المجالس المغربیۃ*	نثر
۶۔	ایثار نامہ	نثر
۷۔	بچوں کے سوالات	نثر
۸۔	پنج مقالہ I	نثر
۹۔	پنج مقالہ II	نثر
۱۰۔	پنج مقالہ III	نثر
۱۱۔	پنج مقالہ IV	نثر
۱۲۔	پنج مقالہ V	نثر
۱۳۔	پیر ناصر خسرو اور روحانیت	نثر
۱۴۔	ثبوتِ امامت	نثر
۱۵۔	جواہرِ حقائق	نظم
۱۶۔	چالیس سوال	نثر
۱۷۔	حروفِ مقطعات*	نثر
۱۸۔	حقائقِ عالیہ	نثر
۱۹۔	حقیقی دیدار	نثر
۲۰۔	حکمتِ تسمیہ	نثر
۲۱۔	درختِ طوبیٰ*	نثر

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۲۲۔	ذکرِ الٰہی	نثر
۲۳۔	روح کیا ہے؟	نثر
۲۴۔	روحانی علاج	نثر
۲۵۔	رموزِ روحانی	نثر
۲۶۔	زبورِ قیامت*	نثر
۲۷۔	سپاسنامہ	نثر
۲۸۔	سو سوال I	نثر
۲۹۔	سو سوال II	نثر
۳۰۔	سو سوال III	نثر
۳۱۔	سو سوال IV	نثر
۳۲۔	سوغاتِ دانش	نثر
۳۳۔	سلسلۂ نورِ امامت	نثر
۳۴۔	عشقِ حقیقی*	نثر
۳۵۔	عطر افشان	نثر
۳۶۔	علمی علاج	نثر
۳۷۔	علم کی سیڑھی	نثر
۳۸۔	علم کے موتی	نثر
۳۹۔	فلسفۂ دعا	نثر
۴۰۔	قرآن اور روحانیت	نثر
۴۱۔	قرآن اور نورِ امامت	نثر
۴۲۔	قرآنی علاج	نثر
۴۳۔	قرآنی مینار	نثر
۴۴۔	گلہائے بہشت	نثر
۴۵۔	گنجِ گرانمایہ	نثر
۴۶۔	لُبِ لباب	نثر

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

۴۷۔ لعل و گوہر — نثر

۴۸۔ مطالعۂ روحانیت و خواب — نثر

۴۹۔ معراجِ روح — نثر

۵۰۔ معرفت کے موتی I — نثر

۵۱۔ معرفت کے موتی II — نثر

۵۲۔ مفتاح الحکمت — نثر

۵۳۔ مقالاتِ نصیری I — نثر

۵۴۔ مقالاتِ نصیری II* — نثر

۵۵۔ میزان الحقائق — نثر

۵۶۔ میوۂ بہشت — نثر

۵۷۔ نقوشِ حکمت — نثر

۵۸۔ نورِ ایقان — نثر

۵۹۔ ولایت نامہ — نثر

۶۰۔ ہزار حکمت* — نثر

۶۱۔ یا علی مدد — نثر

فارسی

۶۲۔ آئینۂ جمال — نظم

۶۳۔ اوراقِ منتشر* — نثر

۶۴۔ درختِ طوبیٰ* — نثر

۶۵۔ جواہرِ معارف — نظم

۶۶۔ ساٹھ سوال* — نثر

۶۷۔ ہشت سوال — نثر

ترکی

۶۸۔ گلدستۂ ترکی* — نظم

۶۹۔ ساٹھ سوال* — نثر

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

بروشسکی، فارسی، اردو

۷۰۔	کلیاتِ نصیری*	نظم

اردو تراجم از علامہ نصیر ہونزائی

۷۱۔	فصولِ پاک	نثر
۷۲۔	گلشنِ خودی	نثر
۷۳۔	مطلوب المؤمنین	نثر
۷۴۔	نورِ عرفان	نثر
۷۵۔	پیرپندیات جوان مردی	نثر
۷۶۔	شرافت نامہ	نظم
۷۷۔	تجہیز و تکفین	نثر
۷۸۔	وجہِ دین حصۂ اوّل	نثر
۷۹۔	وجہِ دین حصۂ دوم	نثر
۸۰۔	وجہِ دین منتخب	نثر

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

Apart from above, there are Allamah Saheb's ten books in Burushaski, and seventy books that have been translated into English, French and Gujrati.

---

* Not Published (June 5, 1992)